بسم اللہ الرحمن الرحیم

القول السديد

فيما يتعلق

بتكبيرات العيد

مؤلف

عظیم محدث علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ

صاحب تحفۃ الاحوذی شرح الجامع الترمذی

ناشر

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
القول السدید
فیما یتعلق
بتکبیرات العید
از
حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مبارکپوری
مکتبۃ السنۃ
الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی
سفید مسجد بالمقابل پولیس اسٹیشن سولجر بازار ۱ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلۃ المنشورات (۱۰)

نام کتاب: القول السدید فیما یتعلق بتکبیرات العید

مؤلف: عظیم محدث علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ
صاحب تحفۃ الاحوذی شرح الجامع للترمذی

ناشر طبع دوم: اہل حدیث اکادمی ۔ لاہور

طابع: شیخ محمد اشرف رحمہ اللہ تعالیٰ

تاریخ اشاعت: ستمبر ۱۹۶۸ء

تاریخ طبع سوم: یکم ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ / مئی ۱۹۹۵ء

طابع: ابو عبد المہیمن محمد افضل اثری

قیمت:

ناشر: الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

۱۸۔ سفید مسجد، سولجر بازار ۲، کراچی

فون نمبر: ۷۲۲۶۵۰۹

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۶

پہلا باب

دوسرا باب

عنوان — صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العٰلمین والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ
وصحبہ اجمعین

امابعد

یہ تکبیرات عید کے بارہ میں ایک مختصر سا رسالہ ہے جس کا نام القول السدید فیما یتعلق بتکبیرات العید رکھا گیا ہے۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ دو ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں بتلایا گیا ہے کہ اکثر صحابہ کرام رضی تابعین عظام رح ائمہ مجتہدین رح اور عامہ مسلمین کا مسلک یہ ہے کہ نماز عیدین میں بارہ تکبیریں کہنا چاہیئے۔ کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ،

پہلے باب میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ یہی مسلک ومذہب اولیٰ اور قابل عمل ہے۔ دوسرے باب میں ثابت کیا گیا ہے کہ اس بارہ میں مسلک احناف غیر اولیٰ اور مرجوح ہے۔ خاتمہ میں مختصراً نماز عید کے دوسرے مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اور بتلایا گیا ہے۔ کہ تکبیرات عیدین میں

رفع یدین کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

مقدمہ

صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور ائمہؒ مجتہدین کی اکثریت عیدین میں بارہ تکبیروں کی قائل تھی۔

سوال ۱: اس زمانہ میں عموماً تمام اہلحدیث بصفت مذکورہ بارہ۱۲ تکبیریں کہتے ہیں۔ کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ اور تمام احناف چھ۶ تکبیریں کہتے ہیں اس طور پر کہ پہلی رکعت میں قبل قرأت کے تین اور دوسری رکعت میں بعد قرأت کے تین۔ پس سوال یہ ہے کہ اکثر صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ و عامۂ مسلمین کس طرف ہیں اہلحدیث کی طرف یا احناف کی طرف یعنی بارہ۱۲ تکبیرات کے قائل ہیں یا چھ۶ کے؟

جواب ۱: اکثر صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ و عامہ مسلمین اہلحدیث کی طرف ہیں یعنی بارہ۱۲ تکبیرات کے قائل ہیں علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:-

قد اختلف العلماء فی عدد التکبیرات فی صلوٰۃ العیدین

فی الرکعتین وفی موضع التکبیر علی عشرۃ اقوال احدھا
انہ یکبر فی الاولی سبعاً قبل القراءۃ وفی الثانیۃ خمساً
قبل القراءۃ قال العراقی وھو قول اکثر اھل العلم من
الصحابۃؓ والتابعینؒ والائمۃؒ

یعنی تکبیرات عیدین کی عدد اور اُن کے محل میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور اس میں دس قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قبل قرأت کے سات اور دوسری رکعت میں قبل قرأت کے پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ علّامہ عراقیؒ نے کہا کہ اکثر اہل علم صحابہؓ اور تابعینؒ اور ائمہؒ کا یہی قول ہے۔

امام بیہقیؒ سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں والحدیث المسند مع ما علیہ من عمل المسلمین اولیٰ ان یتبع یعنی نماز عیدین میں بارہ تکبیریں کہنے کی حدیث مسند آئی ہے اور اسی پر عام مسلمانوں کا عمل ہے۔ پس اس حدیث مسند کے مطابق عمل کرنا اولیٰ ہے۔ جبکہ عام مسلمانوں کا بھی اسی پر عمل ہے اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے وظھر عمل العامۃ الیوم بقول ابن عباس یعنی آج عام مسلمانوں کا عمل ابن عباس کے قول پر یعنی بارہ تکبیروں پر ہے۔

سوال ۲:۔ کیا کسی روایت سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل کس پر تھا بارہ تکبیروں پر یا چھ تکبیروں پر؟۔

جواب ۲۔ ہاں مصنف عبدالرزاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا۔ اس روایت کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ حضرت علیؓ نماز عیدین میں بارہ تکبیریں کہتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ نماز عیدین میں بارہ تکبیریں کہتے تھے۔ اس روایت کی تائید عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی روایت سے ہوتی ہے جس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ ان دونوں روایتوں کے الفاظ پہلے باب میں نقل کئے گئے ہیں۔

واضح ہو کہ حضرت علیؓ سے بارہ تکبیروں کے خلاف دو روایتیں اور آئی ہیں۔ جو بواسطہ حارث اعور کے منقول ہیں اور یہ حارث اعور وہ شخص ہیں جن کو ابن المدینی اور شعبی نے کذاب کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں روایتوں پر نہ اہل حدیث کا عمل ہے اور نہ حنفیہ کا۔ اور حضرت عمرؓ سے ایک روایت چھ تکبیریں کہنے کی آئی ہے جو بواسطہ عامر کے منقول ہے۔ غالباً یہ عامر شعبی ہیں جنکو حضرت عمرؓ سے سماع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

سوال ۱۳۔ حضرت ابن عمرؓ بہت بڑے متبع سنت تھے۔ اتباع سنت میں آپ کا تشدد مشہور ہے آپ کا عمل بارہ ہی تکبیروں پر تھا۔ یا کبھی آپ سے چھ تکبیروں پر عمل کرنا بھی مروی ہے؟

جواب ۱۳۔ آپ کا عمل بارہ ہی تکبیروں پر تھا آپ سے کبھی چھ تکبیروں پر عمل کرنا مروی نہیں ہے دیکھو شرح معانی الآثار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۶:۔ مدینہ مکرمہ میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سے آخر عمر تک نماز عیدین پڑھائی ہے اہل مدینہ کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا یا چھ تکبیروں پر۔ نیز اہل مکہ کا عمل کس پر تھا؟ مختصراً زمانہ سلف میں اہل حرمین شریفین کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا یا چھ تکبیروں پر۔؟

جواب ۶:۔ اہل مدینہ کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا موطا امام مالک میں ہے۔ عن نافع مولی عبد اللہ بن عمر انہ قال شہدت الاضحی و الفطر مع ابی ھریرۃ فکبر فی الرکعۃ الاولی سبع تکبیرات قبل القرأۃ وفی الاخرۃ خمس تکبیرات قبل القرأۃ قال مالک وھو الامر عندنا یعنی نافع کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ بقرعید اور عید فطر کی نمازوں میں حاضر ہوا پس اُنہوں نے پہلی رکعت میں قبل قرأت کے سات اور دوسری رکعت میں قبل قرأت کے پانچ تکبیریں کہیں امام مالک نے کہا کہ ہمارے یہاں یعنی مدینہ منورہ میں اسی پر عمل ہے۔ جامع ترمذی میں ہے۔ وھو قول اھل المدینۃ یعنی اہل مدینہ کا عمل بارہ تکبیروں پر ہے اور اہل مکہ معظمہ کا عمل بھی بارہ ہی تکبیروں پر تھا۔ خلاصہ یہ کہ زمانہ سلف میں اہل حرمین شریفین کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا۔

امام بیہقی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں مخالفہ فی عدد التکبیرات و تقدیمھن علی القراءۃ فی الرکعتین لحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم فعل اھل الحرمین وعمل المسلمین الی یومنا ھذا یعنی چونکہ بارہ تکبیروں کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

سے ہے اور ہمارے زمانہ تک اہل حرمین شریفین اور عامہ مسلمین کا عمل بھی بارہ ہی تکبیروں پر ہے اِس لئے ہم لوگوں نے ابن مسعودؓ کے چھ تکبیروں کے قول کی مخالفت کی ہے اور بارہ تکبیروں کے قائل ہوئے ہیں۔

سوالؔ:۔ مدینہ میں سات امام بہت بڑے پایہ کے گذرے ہیں۔ جو افضل وکبار تابعین سے ہیں اور جو فقہائے سبعہ کے لقب سے مشہور ہیں اور جن کے علو شان و اسمائے گرامی کو کسی شاعر نے ان دو شعروں میں اِس طرح ظاہر کیا ہے ؎

الا کل من لا یقتدی بائمۃ
فقسمتہ ضیزی عن الحق خارجۃ
فخذھم عبید اللہ عروۃ قاسم
سعید ابوبکر سلیمان خارجۃ

یعنی یاد رکھو کہ جو لوگ ان آئمہ (جن کے نام ابھی لئے جائیں گے) کی اقتدا نہ کریں اُن کی تقسیم ظالمانہ اور نامنصفانہ ہے اور وہ حق سے خارج ہیں وہ ائمہ یہ ہیں۔ عبیداللہؒ بن عبداللہ۔ عروہؒ بن زبیر۔ قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر الصدیق۔ سعیدؒ بن مسیب۔ ابوبکرؒ بن عبدالرحمن۔ سلیمانؒ بن یسار۔ خارجہؒ بن زید۔ اِن فقہائے سبعہ کا عمل بارہ۱۲ تکبیروں پر تھا یا چھ تکبیروں پر ؟

جوابؔ:۔ ان فقہائے سبعہ کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا جیسا کہ امام مالکؒ اور ترمذی کے کلام مذکور سے معلوم ہوتا ہے۔ اور حافظ عراقی نے اِس کی تصریح کی ہے۔ وھو قول الفقھاء السبعۃ من اھل المدینۃ یعنی مدینہ کے فقہائے

سبعہ کا بھی یہی مسلک تھا۔

سوال ۷:۔ خلفائے بنی امیہ میں خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کا علم وفضل اور تقویٰ واتباع سنت مشہور ہے۔ آپ خلفائے راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے سامنے اور علماء کرام ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے اُستاذ کے سامنے شاگرد۔ بس سوال یہ ہے کہ خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا یا چھ تکبیروں پر؟

جواب ۷:۔ خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا۔ شرح معانی الآثار میں ہے حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا روح قال ثنا عتاب بن بشیر عن خصیف ان عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کان یکبر سبعا وخمسا۔ یعنی خصیف سے روایت ہے کہ عمرؒ بن عبدالعزیز نماز عیدین میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ اور بیہقی نے عمرؒ بن عبدالعزیز کے اس اثر کو دوسری سند سے بایں لفظ روایت کیا ہے۔ عن ثابت بن قیس قال شھدت عمرؓ بن عبد العزیز یکبر فی الاولیٰ سبعا قبل القراءۃ وفی الاخرۃ خمسا قبل القراءۃ یعنی ثابت بن قیس کہتے ہیں کہ میں عمرؒ بن عبدالعزیز کے یہاں آیا وہ نماز عیدین میں پہلی رکعت میں قبل قرأت کے سات اور دوسری رکعت میں قبل قرأت کے پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

سوال ۸:۔ جب بنوامیہ سے خلافت منتقل ہوکر بنوالعباس میں آئی۔ تو خلفائے عباسیہ کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا یا چھ تکبیروں پر؟

جواب ۸:۔ خلفاء عباسیہ کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا ہدایہ میں ہے لما

انتقلت الولایۃ الی بنی العباس امروا الناس بالعمل فی التکبیرات بقول جدھم وکتبوا فی مناشیرھم یعنی جب خلافت منتقل ہو کر بنو العباس میں آئی تو خلفاء عباسیہ نے یہ حکم جاری کیا کہ تکبیرات عیدین کے بارہ میں سب لوگ اُن کے جد امجد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کریں۔ یعنی بارہ تکبیریں کہا کریں۔ اور ظاہر ہے کہ جب خلفاء عباسیہ نے بارہ تکبیروں پر عمل کرنے کے لئے حکم جاری کیا تو خود اُن کا عمل بھی بارہ ہی تکبیروں پر رہا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۳:۔ آئمہ اربعہ (یعنی امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمدؒ) میں سے کون کون امام بارہ تکبیروں کے قائل وعامل تھے اور کون کون چھ تکبیروں کے ؟

جواب ۳:۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ یہ تینوں امام بارہ تکبیروں کے قائل وعامل تھے اور فقط امام ابوحنیفہؒ چھ تکبیروں کے قائل وعامل تھے۔

قال العراقی وھو مروی عن عمر وعلی وابی ھریرۃ وابی سعید وجابر وابن عمر وابن عباس وابی ایوب وزید بن ثابت وعائشۃ وھو قول الفقہاء السبعۃ من اھل المدینۃ وعمر بن عبد العزیز والزھری ومکحول وبہ یقول مالک والاوزاعی والشافعی واحمد واسحٰق انتہی کذا فی النیل۔ یعنی بارہ تکبیروں پر عمل کرنا بصفت مذکورہ بالا ہی مروی ہے حضرت عمر

اور حضرت علی اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور جابر اور ابن عمر اور ابن عباس اور ابو ایوب اور زید بن ثابت اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور یہی قول ہے مدینہ کے فقہائے سبعہ کا (جنکے نام پہلے گذر چکے ہیں) اور یہی قول ہے عمر بن عبد العزیز اور زہری اور مکحول کا اور اسی کے قائل ہیں امام مالک اور امام اوزاعی اور امام شافعی اور امام احمد اور امام اسحٰق۔

سوال ۹:۔ کیا ائمہ حنفیہ میں سے بھی کسی امام نے بارہ تکبیروں پر عمل کیا ہے؟

جواب ۹:۔ ہاں امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد نے بارہ تکبیروں پر عمل کیا ہے رد المختار صفحہ ۶۱۴ ج ۱ میں ہے۔ وروی عن ابی یوسف ومحمد انهما فعلا ذلك لان هارون امرهما ان يكبرا تكبير جده ففعلا ذلك یعنی ابو یوسف اور محمد سے مروی ہے کہ ان دونوں (اماموں) نے بارہ تکبیروں پر عمل کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ خلیفہ ہارون رشید نے ان کو حکم کیا کہ آپ لوگ ہمارے جد امجد حضرت ابن عباس کی تکبیروں پر یعنی بارہ تکبیروں پر عمل کریں سو ان دونوں اماموں نے بارہ تکبیروں پر عمل کیا۔ اور حاشیہ ہدایہ میں ہے۔ روی عن ابی یوسف انه قدم بغداد وصلی بالناس صلوٰة العيد وخلفه هارون الرشيد فكبر بتكبيرات ابن عباس وروی عن محمد هكذا یعنی امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ آپ بغداد میں آئے اور نماز عید کی پڑھائی اور آپ کے پیچھے ہارون الرشید بھی تھا پس آپ نے ابن عباس کی تکبیریں کہیں یعنی بارہ

تکبیروں پر عمل کیا اور اسی طرح امام محمدؒ سے بھی مروی ہے۔

سوال ۳۰:۔ کیا ان دونوں اماموں نے محض ہارون رشید کے حکم کی تعمیل کے لئے بارہ تکبیروں پر عمل کیا تھا یا اس کو حق جان کر کیا تھا؟

جواب ۳۰:۔ محض ہارون رشید کے حکم کی تعمیل کے لئے بارہ تکبیروں پر عمل نہیں کیا تھا بلکہ نماز عیدین میں بارہ تکبیروں کا کہنا حق جان کر کیا تھا دلیل اس کی یہ ہے کہ ان دونوں اماموں سے ایک روایت بارہ تکبیروں کی بھی آئی ہے بلکہ فقہ حنفی کی ایک معتبر و مستند کتاب مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف چھ تکبیروں کے قول سے رجوع کر کے بارہ تکبیروں کے قائل و عامل ہو گئے تھے ردالمحتار میں ہے۔ ومنهم من جزم بان ذالك رواية عنهما بل فی المجتبیٰ وعن ابی یوسف انه رجع الی هذا یعنی بعض فقہاء کا اس بات پر جزم ہے کہ بارہ تکبیروں پر عمل کرنا ان دونوں اماموں سے ایک روایت میں آیا ہے۔ بلکہ مجتبیٰ میں لکھا ہوا ہے کہ ابو یوسف چھ تکبیروں کے قول سے رجوع کر کے بارہ تکبیروں کے قائل و عامل ہو گئے تھے، اور بعض علماء حنفیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ ان دونوں اماموں نے بارہ تکبیروں پر عمل حق جان کر نہیں کیا تھا بلکہ محض خلیفہ کی اطاعت کرتے ہوئے کیا تھا صحیح نہیں ہے اولاً اس وجہ سے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے ثانیاً اس وجہ سے کہ ان دونوں اماموں سے ایک روایت بارہ تکبیروں کی آئی ہے بلکہ امام ابو یوسف کا چھ تکبیروں سے رجوع منقول ہے۔ کما مر۔

سوال ۳۱:۔ کیا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے بعد مشائخ حنفیہ میں سے

کسی نے ابن عباسؓ کے بارہ تکبیروں کے قول پر عمل کیا ہے۔ یا عمل کرنے کو مختار بتایا ہے؟

جوابؔ:۔ ہاں متعدد مشائخ حنفیہ نے نماز عید الفطر میں ابن عباس کے بارہ تکبیروں کے قول پر عمل کرنے کو مختار اور بہتر بتایا ہے رد المختار میں ہے ذکر غیر واحد من المشائخ ان المختار العمل بروایۃ الزیادۃ ای زیادۃ تکبیرۃ فی عید الفطر وبروایۃ النقصان فی عید الاضحی عملا بالروایتین وتخفیفا بالاضحی لاشتغال الناس بالاضاحی انتہی۔

سوالؔ:۔ یہ تو معلوم ہوا کہ اکثر صحابہؓ وتابعینؒ وآئمہ مجتہدینؒ وعامہ مسلمین کا عمل بارہ تکبیروں پر تھا اب سوال یہ ہے کہ چھ تکبیروں پر کتنے صحابہ کا عمل تھا اور وہ کون کون صحابی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان دونوں فریق میں سے کس فریق کا قول حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے؟

جوابؔ:۔ چھ تکبیروں پر پانچ چھ صحابہؓ کا عمل تھا ازاں جملہ عبد اللہ بن مسعود اور حذیفہ اور ابو موسیٰ اشعری اور ابو مسعود انصاری ہیں رضی اللہ عنہم۔ اور صحابہؓ کے ان دونوں فریقوں میں سے فریق اول (جو بارہ تکبیروں کے قائل ہیں) کا قول حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے اور انہیں کا قول قابل اخذ ولائق عمل ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے پہلا اور دوسرا باب غور سے دیکھیں۔

٭

پہلا باب

صحیح اور مرفوع حدیث سے بارہ تکبیروں کا ثبوت

سوال نمبر (۱):- اکثر صحابہؓ و تابعینؒ و آئمہ مجتہدینؒ و عامہ مسلمین جو نماز عیدین میں بارہ تکبیرات کے قائل ہیں ان کی کیا دلیل ہے؟ اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع صحیح یا حسن آئی ہے یا نہیں؟ اگر آئی ہے تو وہ کونسی حدیث ہے اور کس کتاب کی ہے اور کن کن محدثینؒ نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہے؟

جواب:- اس بارے میں حدیث مرفوع صحیح آئی ہے اور وہ عمرو بن شعیب سے مروی ہے۔ جس کو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے اپنے اپنے سنن میں اور امام احمدؒ نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے اور امام بخاریؒ اور امام احمدؒ اور علی بن مدینی نے اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ عراقیؒ نے اس کی سند کو صالح کیا ہے اور حافظ ابن عبد البرؒ نے اس کی سند کو حسن بتایا ہے اور ابو داؤدؒ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ وغیرہ سے اس کی تصحیح نقل کر کے سکوت کیا ہے اور اس حدیث کی بہت سی حدیثیں مؤید و شاہد

ہیں عمرو بن شعیب کی وہی حدیث مرفوع صحیح مع شواہد اکثر صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ و عامہ مسلمین کی دلیل ہے۔ عمرو بن شعیب کی وہ حدیث یہ ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی عید ثنتی عشرۃ تکبیرۃ سبعا فی الاولی وخمسا فی الآخرۃ ولم یصلھا قبلھا ولا بعدھا رواہ احمد و ابن ماجۃ وقال احمد اذھب الی ھذا کذا فی المنتقی ورواہ ابوداؤد فی سننہ ھکذا حدثنا مسدد ثنا المعتمر قال سمعت عبداللہ بن عبد الرحمن الطائفی یحدث عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التکبیر فی الفطر سبع فی الاولی وخمس فی الآخرۃ والقراءۃ بعدھما کلتیھما۔

یعنی روایت ہے عمرو بن شعیب سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ شعیبؒ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا عبداللہ بن عمروؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید میں بارہ تکبیریں کہیں سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور نماز عید کے پہلے نہ کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ابن ماجہ نے اور امام احمد فرماتے ہیں اسی حدیث پر میں عمل کرتا ہوں۔ اور روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے اس طرح سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز عید کی پہلی رکعت میں سات

تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ اور قرأت دونوں رکعتوں میں تکبیروں کے بعد ہے۔

حافظ ابن حجر تلخیص الجیر میں لکھتے ہیں:۔ ورواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ والدارقطنی من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وصححہ احمد وعلی والبخاری فیما حکاہ الترمذی یعنی عمرو بن شعیب کی حدیث کو احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور امام احمدؒ نے اور امام علی بن مدینی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے۔ حافظ زیلعیؒ تخریج ہدایہ میں لکھتے ہیں۔

قال النووی فی الخلاصۃ قال الترمذی فی العلل سألت البخاری عنہ فقال ھو صحیح

یعنی نووی نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ ترمذی نے کہا میں نے امام بخاری سے عمرو بن شعیب کی اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو امام بخاری نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ نیز حافظ زیلعی اسی تخریج ہدایہ میں لکھتے ہیں۔

قال فی علله سألت محمدا عن ھذا الحدیث فقال لیس شئ فی ھذا الباب اصح منہ وبہ اقول وحدیث عبداللہ بن عبد الرحمن الطائفی ایضا صحیح والطائفی مقارب الحدیث

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس بارہ میں اس سے زیادہ صحیح اور کوئی حدیث نہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میرا (ترمذی) بھی ایسا ہی خیال ہے۔ نیز

عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی کی حدیث بھی صحیح ہے اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی مقارب الحدیث ہیں، اور ابن ماجہ کے حاشیہ میں بحوالہ لمعات لکھا ہے۔

قال فی شرح کتاب الحرقی روی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر ثنتی عشرۃ تکبیرۃ سبعا فی الاولی وخمسا فی الاخرۃ رواہ احمد وابن ماجہ وقال احمد انا اذھب الی ذلک وکذلک ذھب الیہ ابن المدینی وصحح الحدیث

عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز عیدین میں) بارہ تکبیریں کہیں سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں ۔ اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے امام احمد فرماتے ہیں میرا مسلک بھی یہی ہے اور یہی امام علی بن مدینی کا مسلک ہے اور آپ نے اس حدیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

علامہ شیخ منصور بن ادریس "کشاف القناع" میں عمرو بن شعیب کی حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

قال عبداللہ قال لی ابی انا اذھب الی ھذا ورواہ ابن ماجۃ وصححہ ابن المدینی

یعنی امام احمد کے لڑکے عبداللہ نے کہا کہ میرے باپ امام احمد نے کہا کہ میں عمرو بن شعیب کی حدیث (مذکور) پر عمل کرتا ہوں۔ اور اس حدیث

کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور علی بن مدینی نے اس کو صحیح کہا ہے۔
علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔

حدیث عمرو بن شعیب قال العراقی اسنادہ صالح

یعنی حافظ عراقی نے کہا کہ عمرو بن شعیب کی حدیث کی سند صالح ہے۔
اور حافظ ابن عبدالبر نے عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کی سند کو حسن بتایا ہے جیسا کہ دوسرے باب کے شروع میں معلوم ہوگا۔
الحاصل عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور بلا شبہ صحیح و قابل احتجاج ہے اور اس حدیث کی تائید ذیل کی دس روایتوں سے ہوتی ہے (عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کی شواہد و مؤیدات)

پہلی روایت

امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں روایت کی ہے۔

عن الزبیدی عن الزھری عن حفص بن عمر بن سعد بن قرظ ان اباہ وعمومتہ اخبروہ عن ابیہم سعد بن قرظ ان السنۃ فی الاضحی والفطر الخ کذا فی الجوھر النقی۔

یعنی سعد قرظؓ سے روایت ہے کہ نماز عید الاضحی اور عید الفطر میں بارہ (۱۲) تکبیریں کہنا سنت ہے۔ سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔

واضح ہو کہ سعدؓ قرظ ایک مشہور صحابی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے عہد میں موضع قبا میں اذان دیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی صحابی رضؓ کہے کہ سُنت یہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے کما تقرر فی مقرہ۔ نیز واضح ہو کہ سنن کبریٰ کی اس روایت میں سعد بن قرظؓ واقع ہے اور معرفۃ السنن کی روایت میں سعد القرظ واقع ہے۔ اور صواب سعد القرظ ہے کتب رجال حدیث میں سعد القرظ ہی وارد ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ابن ماجہ نے بھی اپنے سنن میں سعد القرظ کی اس حدیث کو دوسری سند سے روایت کیا ہے ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں۔

عن عبد الرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین فی الاولیٰ سبعا قبل القراءۃ و فی الاخرۃ خمسا قبل القراءۃ

یعنی سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں قبل قرأت کے کہتے تھے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قبل قرأت کے کہتے تھے۔

دوسری روایت

جامع ترمذی میں ہے۔

عن کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین فی الاولی سبعا وفی الآخرۃ خمسا قبل القرأۃ

یعنی کثیر بن عبد اللہ کے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عیدین میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قبل قرات کے کہیں۔

ترمذی اس حدیث کو روایت کرکے لکھتے ہیں۔

حدیث جد کثیر حدیث حسن

یعنی کثیر کے دادا کی یہ حدیث حسن ہے۔

تیسری روایت

مسند بزار میں ہے:۔

عن عبد الرحمٰن بن عوف قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخرج له العنزۃ فی العیدین حتی یصلی الیھا فکان یکبر ثلاث عشرۃ تکبیرۃ وکان ابوبکر وعمر یفعلان ذلک کذا فی النیل۔

یعنی عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ عیدین میں نیزہ نکالا جاتا تھا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف نماز پڑھیں پس آپ تیرہ تکبیریں (مع تکبیر تحریمہ) کہتے تھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی ایسا کرتے

کرتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کو تلخیص الحبیر میں ذکر کرکے لکھتے ہیں۔ صحح الدارقطنی ارسالہ یعنی دارقطنی نے اس حدیث کے مرسل ہونے کی تصحیح کی ہے۔

چوتھی روایت

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

اخبرنا ابراھیم بن ابی یحیی عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال کان علی یکبر فی الاضحی والفطر والاستسقاء سبعا فی الاولی وخمسا فی الاخری ویصلی قبل الخطبة ویجھر بالقراءة قال وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان یفعلون ذلک کذا فی تخریج الھدایة للزیلعی۔

محمد (المعروف بہ امام باقر) سے روایت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نماز عید الاضحی اور عید الفطر اور استسقاء میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے تھے اور نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے اور قرأت جہر سے کرتے تھے اور علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اسی طرح کرتے تھے۔ اس حدیث کو حافظ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں نقل کرکے سکوت کیا ہے۔

پانچویں روایت

دار قطنی میں ہے۔

عن عبد اللہ بن محمد بن عمار عن ابیہ عن جدہ قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکبر فی العیدین فی الاولی سبعا وفی الاخرۃ خمسا وکان یبدأ بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ۔

یعنی عمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے تھے اور نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

چھٹی روایت

سنن ابی داؤد میں ہے۔

عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی العیدین فی الاولیٰ بسبع تکبیرات وفی الثانیۃ بخمس قبل القراءۃ سوی تکبیرتی الرکوع۔

ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قرأت کے شروع کرنے سے پہلے کہا کرتے تھے۔ ان تکبیرات میں رکوع

ین جاننے کے لئے کہی جانے والی تکبیریں شامل نہیں ؛۔

ساتویں روایت

طبرانی کے معجم کبیر میں ہے۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین ثنتی عشرۃ تکبیرۃ فی الاولی سبعا و فی الاخرۃ خمسا کذا فی النیل ؛۔

یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین میں بارہ تکبیریں کہتے تھے پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ ۔

آٹھویں روایت

بیہقی نے جابرؓ سے روایت کی ہے۔

قال مضت السنۃ ان یکبر للصلواۃ فی العیدین سبعا وخمسا کذا فی النیل ؛۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نماز عیدین میں سات اور پانچ تکبیریں کہنا سنت ہے۔

نویں روایت

شرح معانی الآثار میں ہے۔

عن ابی واقد اللیثی وعائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالناس یوم الفطر والاضحی فکبر فی الاولی سبعا وقرأ قٓ والقرآن المجید وفی الثانیۃ خمسا وقرأ اقتربت الساعۃ وانشق القمر

یعنی ابو واقد لیثیؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے روز لوگوں کو نماز پڑھائی پس پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور سورۂ قٓ والقرآن المجید پڑھی اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں اور سورۂ اقتربت الساعۃ و انشق القمر پڑھی۔

دسویں روایت

دارقطنی میں ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التکبیر فی العیدین فی الاولی سبع تکبیرات وفی الاخیرۃ خمس تکبیرات۔

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز عیدین کی پہلی رکعت میں سات تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ۔

یہ کل دس روائتیں ہوئیں تلک عشرۃ کاملۃ اور یہ کل روائتیں

عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کی مؤید و شاہد ہیں پس عمرو بن شعیب کی حدیث بلاشبہ صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

سوال نمبر ۲۱۔ عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کی سند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی واقع ہیں۔ ان کی نسبت امام طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں۔

لیس عندھم بالذی یحتج بروایتہ

یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی روایت قابل احتجاج نہیں ہوتی ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین "جوہر النقی" میں لکھتے ہیں۔

عبد اللہ الطائفی متکلم فیہ قال ابو حاتم والنسائی لیس بالقوی وفی کتاب ابن الجوزی ضعفہ یحیی انتہی

یعنی عبداللہ طائفی متکلم فیہ ہیں ابوحاتم اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہیں اور یحیی بن معین نے ان کو ضعیف کہا ہے۔

جواب ۲۱۔ ابن حبان نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی کی توثیق کی ہے اور یحیی بن معین نے انکے بارے میں لکھا ہے صالح اور ابن عدی نے لکھا ہے ھو ممن یکتب حدیثہ۔ اور امام بخاری نے لکھا ہے مقارب الحدیث اور یہ تینوں لفظ الفاظ تعدیل سے ہیں اور ابن عدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی تمام حدیثیں جو عمرو بن شعیب سے مروی ہیں مستقیم ہیں۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں ہے۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن معین صویلح وقال

ابن عدی اما سائر حدیثه فعن عمرو بن شعیب وھے مستقیمة نهو ممن یکتب حدیثه

اور خلاصہ میں ہے قال یحیی صالح۔ رہے ابو حاتم، نسائی اور یحیی بن معین کہ انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن پر جرح کی ہے تو ان کی جرح معتبر نہیں۔ اولاً اس وجہ سے کہ یہ جرحیں مبہم ہیں اور اصول حدیث میں یہ ثابت شدہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح مبہم اور تعدیل جمع ہوں تو جرح مبہم قادح نہیں ہوتی ہے ثانیاً اس وجہ سے کہ ابو حاتم اور نسائی اور ابن معین یہ تینوں متعنتین فی الرجال و متشددین فی الجرح ہیں اور متعنتین اور متشددین کی تعدیل معتبر ہوتی ہے اور ان کی جرح غیر معتبر مگر جبکہ کوئی منصف غیر متشدد ان کا موافق ہو اور زیر بحث میں کوئی غیر متشدد ان کا موافق نہیں بلکہ امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ اور ابن عدیؒ نے ان کی مخالفت کی ہے۔ یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی تعدیل کی ہے پس جبکہ امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ وغیرہما نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی تعدیل و توثیق کی ہے اور ابو حاتم اور نسائی وغیرہما کی جرحیں غیر قادح و غیر معتبر ہیں تو عبداللہ بن عبدالرحمٰن کا مقبول و قابل احتجاج ہونا صاف ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ، امام احمدؒ اور امام علی بن مدینیؒ ایسے نقادان فن نے عمرو بن شعیب کی روایت کردہ حدیث کو صحیح و قابل احتجاج بتایا ہے۔ اور اس پر عمل کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ابن عدی نے صاف صراحت کر دی ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی حدیثیں جو عمرو بن شعیب سے مروی ہیں وہ مستقیم ہیں۔ تعجب ہے امام

طحاوی اور علامہ علاؤالدین وغیرہما پر کران لوگوں نے ابوحاتم ونسائی وغیرہما کی جرح مبہم غیر قادحہ کا لحاظ اور اعتبار کیا اور ابن حبانؒ اور امام بخاریؒ وغیرہما کی توثیق و تعدیل کا خیال نہ فرمایا۔ اچھا اگران لوگوں کے نزدیک عبد اللہ بن عبدالرحمٰن متکلم فیہ تھے اور اُن کی وجہ سے عمرو بن شعیب کی روایت مذکورہ ضعیف تھی تو کیا بوجہ شواہد و مؤیدات مذکورہ کے (جن کی تعداد دس تک پہنچی ہے) بھی مقبول و قابل احتجاج نہیں ہو سکتی ہے۔ فسامحھم اللہ تعالیٰ:۔

سوال نمبر ۳ یحییٰ بن معین نے اگرچہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے بارے میں صالح لکھا ہے مگر ان کی تضعیف بھی کی ہے جیسا کہ جوہر النقی کی عبارت منقولہ سے معلوم ہوا اور میزان الاعتدال میں ہے وقال مرۃ ضعیف یعنی ابن معین نے ایک مرتبہ کہا کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن ضعیف ہیں۔

جواب ۳:۔ جب یحییٰ بن معین سے کسی راوی کے بارے میں جرح بھی منقول ہو اور تعدیل بھی تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ راوی اُن کے نزدیک ضعیف و ناقابل احتجاج ہے حافظ ابن حجر بذل الماعون میں لکھتے ہیں۔

وقد وثقه ای ابابلج یحیی بن معین والنسائی ومحمد بن سعد والدارقطنی ونقل ابن الجوزی عن ابن معین انه ضعفه فان ثبت ذٰلک فقد یکون سئل عنه وعمن فوقه فضعفه بالنسبة الیه وهذه قاعدة جلیلة فیمن

اختلف النقل عن ابن معین فیہ نبہ علیہا ابو الولید الباجی فی کتابہ رجال البخاری کذا فی الرفع والتکمیل یعنی یحیی بن معین اور نسائی اور دار قطنی اور محمد بن سعد نے ابو بلج کی توثیق کی ہے۔ اور ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ یحیی بن معین نے ابو بلج کو ضعیف کہا ہے پس اگر یہ ثابت ہو تو بات یوں ہوگی کہ ابن معین سے ابو بلج کے بارے میں دریافت کیا گیا ہوگا اور کسی اور راوی کے بارے میں بھی دریافت کیا گیا ہوگا جو ابو بلج سے زیادہ ثقہ ہوگا پس ابن معین نے اسی دوسرے زیادہ ثقہ راوی کے اعتبار سے ابو بلج کو ضعیف کہا ہوگا اور یہ ایک قاعدہ جلیلہ ہے اُن راویوں کی بابت جن کے بارے میں ابن معین سے توثیق اور تضعیف دونوں منقول ہو اس قاعدہ کو ابو الولید باجی نے اپنی کتاب رجال البخاری میں ذکر کیا ہے۔

اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں۔

مما ینبہ علیہ انہ ینبغی ان تتأمل اقوال المزکین و مخارجہا فیقولون فلان ثقۃ او ضعیف ولا یریدون بہ انہ ممن یحتج بحدیثہ ولا ممن یردوا نما ذلک بالنسبۃ لمن قرن معہ علی وفق ما وجہ الی القائل من السوال وامثلۃ ذلک کثیرۃ لانطیل بہا منہا ما قال عثمان الدارمی سألت ابن معین عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابیہ کیف حدیثہما فقال لیس بہ

باس قلت هو احب الیک او سعید المقبری قال سعید اوثق والعلاء ضعیف فهذا لم یرد به ابن معین ان العلاء ضعیف مطلقا بدلیل انه قال لاباس به وانما اراد به ضعفه بالنسبة لسعید المقبری وعلی هذا یحمل اکثر ما ورد من الاختلاف فی کلام ائمة الجرح والتعدیل ممن وثق رجلا فی وقت وجرحه فی وقت کذا فی الرفع والتکمیل

علامہ سخاوی کے اس کلام کا حاصل بھی وہی ہے جو حافظ ابن حجر نے بذل الماعون میں لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴:۔ یہ تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی مقبول و قابل احتجاج ہیں اور امام طحاوی اور علامہ علاؤ الدین وغیرہما کا ان کو ضعیف بتانا اور ان کی وجہ سے عمرو بن شعیب کی روایت کردہ حدیث کو ضعیف کہنا ناقابل التفات ہے مگر امام طحاوی نے عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ اور لکھی ہے وہ یہ کہ عمرو بن شعیبؓ نے اس حدیث کو بسلسلہ عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ہے اور اس سلسلہ میں سماع نہیں ہے چنانچہ امام ممدوح شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں۔

ثم هو ایضا عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده و ذلک عندهم ایضا لیس بسماع۔

پس اس کا کیا جواب ہے؟

جواب ۴:۔ اس سلسلہ میں بلاشبہ سماع ہے محدثین نے اسکی صاف

تصریح کی ہے عمرو بن شعیب نے حدیث مذکورہ کو اپنے باپ شعیب سے روایت کیا ہے اور شعیب نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت[۱] منقولہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور عمرو نے اپنے باپ شعیب سے سُنا ہے اور شعیب کو بھی اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے سماع حاصل ہے خلاصہ میں ہے۔

قال الحافظ ابوبکر بن زیاد صح سماع عمرو من ابیہ وصح سماع شعیب من جدہ عبداللہ بن عمرو وقال البخاری سمع شعیب من جدہ عبداللہ بن عمرو

یعنی حافظ ابوبکر بن زیاد نے کہا کہ عمرو کے سماع کا وجود ان کے باپ سے صحیح ہے اور شعیب کا بھی سماع ان کے دادا عبداللہ بن عمرو سے صحیح ہے۔

خلاصہ کے حاشیہ میں بحوالہ تہذیب لکھا ہے۔

قال الجوزجانی قلت لاحمد سمع من ابیہ شیئًا قال یقول حدثنی ابی قلت فابوہ سمع من عبداللہ بن عمرو قال نعم اراہ وقد سمع منہ

یعنی جوزجانی نے کہا کہ امام احمدؒ سے میں نے دریافت کیا کہ عمرو نے اپنے باپ سے سُنا ہے؟ آپ نے کہا عمرو کہتے تھے کہ میرے باپ نے مجھ

---

[۱] ابوداؤد کی یہ روایت عمرو بن شعیب کی حدیث مذکورہ کے ساتھ نقل کی گئی ہے:-

سے حدیث بیان کی ہے پھر میں نے دریافت کیا کہ عمرو کے باپ شعیب نے عبداللہ بن عمرو سے سُنا ہے؟ آپ نے کہا کہ ہاں۔

تخریج زیلعی صفحہ ۳۲۲ ج ۱ میں ہے۔

قد ثبت فی الدار قطنی وغیرہ بسند صحیح سماع عمرو من ابیہ شعیب وسماع شعیب من جدہ عبد اللہ

یعنی دارقطنی وغیرہ میں سند صحیح سے ثابت ہے کہ عمرو نے اپنے باپ شعیب سے سُنا ہے اور شعیب کو بھی اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے سماع حاصل ہے۔

نیز تخریج زیلعی میں ہے۔

قال البخاری رأیت احمد بن حنبل وعلی بن عبد اللہ ابن راھویہ والحمیدی یحتجون بحدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ فمن الناس بعدھم

یعنی امام بخاری نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل اور علی بن عبداللہ اور ابن راھویہ اور حمیدی کو دیکھا کہ یہ لوگ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث سے احتجاج کرتے تھے پھر ان لوگوں کے بعد اور کون لوگ ہیں۔ جو انکار کی جرأت کر سکتے ہیں۔

دیکھئے محدثین نے کس طرح وضاحت کر دی ہے کہ عمرو کو اپنے باپ شعیب سے سماع ہے اور شعیب کو اُن کے دادا عبداللہ بن عمرو سے سماع ہے پس باوجود اس تصریح و تنصیص کے امام طحاوی کا یہ قول کہ اس سلسلہ

میں سماع نہیں ہے کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ دس روائتیں جو عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کی تائید و استشہاد میں نقل کی گئی ہیں۔ اُن میں سے پہلی روایت کی سند میں بقیہ واقع ہیں اور علامہ علاؤالدین اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ "اس کی سند میں بقیہ واقع ہیں اور بقیہ متکلم فیہ ہیں"
پس بقیہ کی روایت شواہد میں کیوں ذکر کی گئی ؟

جواب۵ ۔ بے شک بقیہ متکلم فیہ ہیں مگر ان کی روایت استشہاداً اور متابعۃً پیش کی گئی ہے۔ نہ احتجاجاً و استدلالاً۔ اور بقیہ کی روائتیں بلاشبہ استشہاد کے قابل ہوتی ہیں امام مسلم نے اپنے صحیح میں ان سے متابعۃً روایت کی ہے علاوہ اس کے پہلی روایت جو امام بیہقی کے سنن کبریٰ سے منقول ہے وہ سنن ابن ماجہ میں دوسری سند سے مروی ہے جس میں بقیہ نہیں ہے پس پہلی روایت بوجہ تعدد طرق کے اور بوجہ شواہد مذکورہ کے درجہ حسن تک پہنچ سکتی ہے پس اس اعتبار سے یہ پہلی روایت اس قابل ہے کہ احتجاجاً پیش کی جائے اور جب یہ پہلی روایت احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے تو ظاہر ہے استشہاداً و متابعۃً پیش کرنے کے لئے بدرجہ اولیٰ قابل ہو گی۔

واضح ہو کہ پہلی روایت کو یعنی سعد قرظ کی روایت کو علامہ علاؤالدین نے جوہر النقی میں سنن کبریٰ سے نقل کیا ہے لیکن آپ نے اُس کی پوری سند نقل نہیں کی اس لئے معلوم نہیں کہ بقیہ نے اپنے شیخ سے بصیغہ عن روایت کی ہے یا بلفظ تحدیث اگر بلفظ تحدیث روایت کی ہے تو اس تقدیر پر یہ

روایت اکیلی ہی بعض آئمہ حدیث کے نزدیک مقبول و قابلِ احتجاج ہے۔ اس واسطے کہ ان بعض آئمہ حدیث نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ اگر بقیہ ثقات سے بلفظ حدثنا یا اخبرنا روایت کریں تو ثقہ ہیں اور اُن کی روایت مقبول۔

خلاصہ میں ہے۔

قال النسائی اذا قال حدثنا واخبرنا فھو ثقة قال ابن عدی اذا حدث عن اھل الشام فھو اثبت قال الجوزجانی اذا حدث عن الثقات فلا باس بہ

یعنی امام نسائی فرماتے ہیں کہ بقیہ جب اور "ثنا" اور "اخبرنا" کے لفظ سے روایت کریں تو وہ ثقہ ہیں امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ بقیہ جب شامیوں سے روایت کریں تو ان کی روایت قابلِ قبول ہوگی اور جوزجانی کہتے ہیں کہ جب وہ ثقہ راویوں سے روایت کریں تو اُس وقت ان کی روایت لے لی جائے گی۔

اور میزان الاعتدال میں ہے۔

قال غیر واحد من الائمۃ بقیۃ ثقۃ اذا روی عن الثقات

کہ بقیہ جب ثقہ راویوں سے روایت کردیں تو اس وقت وہ ثقہ شمار ہونگے۔

پس اس لحاظ سے جب اُن کی روایت بانفرادہا بعض محدثین کے نزدیک مقبول و قابل احتجاج ہے تو استشہاد کے لئے تو بدرجہ اولیٰ لائق

احتجاج ہوگی الحاصل ہر لحاظ سے بقیہ کی روایت شواہد میں پیش کی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نمبر ۶ :۔ دوسری روایت جو جامع ترمذی سے نقل کی گئی ہے۔ اس کی سند میں کثیر بن عبداللہ واقع ہیں جو ضعیف ہیں۔ پس اُن کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہوئی پھر ترمذی کا اس روایت کو حسن کہنا کیونکر صحیح ہوگا اور بعض اہل علم نے جو ترمذی کی تحسین پر انکار کیا ہے اس انکار کا کیا جواب ہوگا ؟

جواب ۶ :۔ چونکہ روایات مذکورہ بالا اس دوسری روایت کی شاہد ہیں پس انہیں شواہد کی وجہ سے ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور کسی روایت ضعیف کو بوجہ اس کے شواہد کے حسن کہنا صحیح ہے۔

دیکھو معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ان فی کل ثلاثین بقرۃ تبیعا و فی کل اربعین مسنۃ ضعیف ہے مگر بوجہ شواہد کے ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ انما حسنہ الترمذی لشواھدہ یعنی اس روایت کو ترمذی نے بوجہ اس کے شواہد کے حسن کہا ہے اسی تقریر سے اُن اہل علم کا جواب بھی حاصل ہوگیا جنہوں نے ترمذی کی تحسین پر مواخذہ کیا ہے نیل الاوطار میں ہے۔

قال الحافظ فی التلخیص وقد انکر جماعۃ تحسینہ علی الترمذی واجاب النووی فی الخلاصۃ عن الترمذی فی تحسینہ فقال لعلہ اعتضد بشواھد وغیرھا انتھی۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴:۔ چوتھی روایت کی سند میں ابراہیم بن یحییٰ واقع ہیں جن کو یحییٰ القطان نے کذاب کہا ہے۔ پھر ان کی روایت شواہد میں کیوں ذکر کی گئی؟

جواب ۴۔ ابراہیم بن ابی یحییٰ کو اگرچہ قطان نے کذاب کہا ہے مگر امام شافعیؒ نے ان کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث میں ثقہ ہیں اور امام ممدوح نے ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں اور سفیان ثوری اور ابن جریج اور بڑے بڑے محدثین نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابن عقدہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ابو یحییٰ کی حدیث میں غور و فکر کیا اور اس کو دیکھا تو معلوم ہوا وہ منکر الحدیث نہیں ہیں ابن عدی نے کہا کہ میں نے بھی ان کی حدیثوں کو بہت دیکھا لیکن کوئی حدیث منکر نہیں پائی۔ حوالہ کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال۔ پس جب ابراہیم بن ابی یحییٰ کے بارے میں امام شافعیؒ اور ابن عقدہ اور ابن عدی کا یہ قول ہے تو ان کی کسی حدیث کے استشہاداً ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ پانچویں روایت جو دارقطنی سے نقل کی گئی ہے وہ بواسطہ عبداللہ بن محمد بن عمار مروی ہے اور ان لوگوں کے بارے میں یحییٰ بن معین نے لیس بشیء کہا ہے میزان الاعتدال میں ہے۔

قال عثمان بن سعید قلت لیحیی کیف ھؤلاء قال لیسوا بشیء۔

عثمان بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن معین سے ان لوگوں کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: لیسو بشئ۔

اور حافظ زیلعی تخریج ہدایہ میں اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن محمدؒ عمار قال ابن معین فیہ لیس بشئ

یعنی عبداللہ بن محمد کے بارہ میں یحییٰ بن معین نے یہی الفاظ دہرائے کہ لیس بشئ"

پس یہ روایت شواہد میں کیوں ذکر کی گئی؟

جواب۔ جب یحییٰ بن معین کسی راوی کے بارے میں "لیس بشئ" کہیں تو اس لفظ سے ان کی مراد یہ نہیں ہوتی ہے کہ وہ راوی ضعیف ہے۔ بلکہ اس لفظ سے اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اُس کی حدیثیں تھوڑی ہیں۔ یعنی اس نے زیادہ حدیثیں روایت نہیں کی ہیں۔ پس عبداللہ بن محمد بن عمار کے بارے میں جو اُنہوں نے لیسوا بشئ کہا ہے سو اس لفظ سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں سے زیادہ حدیثیں مروی نہیں ہیں۔ لیکن اس لفظ سے ان لوگوں کا ضعف ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں عبدالعزیز بن المختار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

ذکر ابن القطان الفارسی ان مراد ابن معین من قولہ لیس بشئ یعنی ان احادیثہ قلیلۃ انتھی۔

یعنی ابن قطان فارسی فرماتے ہیں کہ ابن معین جب کسی کے بارہ میں کہیں کہ: لیس بشئ: تو اس سے اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کی

احادیث کی تعداد کم ہے۔

اور حافظ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں۔

قال ابن القطان ان ابن معین اذا قال فی الراوی لیس بشیٔ انما یرید انہ لم یروحدیثا کثیرا انتھی۔ کذا فی الرفع والتکمیل۔

یعنی ابن معین کے قول "لَیْسَ بِشَیٔ" سے مراد یہ ہے کہ راوی کثیر الروایۃ نہیں۔

واضح ہو کہ شواہد میں جو باقی اور روایتیں ذکر کی گئی ہیں وہ بھی محض استشہاداً و متابعتاً ذکر کی گئی ہیں نہ احتجاجاً و استدلالاً۔ پس انکا بھی ضعف کچھ مضر نہیں ہے۔

سوال نمبر ۹:۔ یہ تو معلوم ہؤا کہ عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور صحیح و قابل احتجاج ہے بالخصوص جبکہ دس روایتیں اس کی مؤید و شاہد ہیں مگر امام احمد کے اس قول کا کیا جواب ہے کہ

لیس یروی فی التکبیر فی العیدین حدیث صحیح کذا فی الجوھر النقی وغیرہ۔

یعنی تکبیرات عیدین کے بارے میں کوئی صحیح حدیث روایت نہیں کی گئی ہے جواب بقاعدہ اصول حدیث یا اصول فقہ ہونا چاہیئے؟

جواب ۹:۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ امام احمد نے خود عمرو بن شعیب کی حدیث مذکور کو روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اسی حدیث

پر میں عمل کرتا ہوں پس امام احمد کا یہ قول جو جوہر النقی سے نقل کیا گیا ہے اُن کے اس دوسرے قول و فعل کا معارض ہے پس یا تو یہ کہو کہ امام ممدوح کے دونوں قول بقاعدہ فقہائے حنفیہ اذا تعارضا تساقطا ساقط ہیں یا یہ کہو کہ اُن کا پہلا قول اُس وقت کا ہے کہ جب ان کو عمرو بن شعیب کی حدیث صحیح ملی نہیں تھی اور ان کا یہ دوسرا قول و فعل اُس وقت کا ہے جبکہ عمرو بن شعیب کی حدیث صحیح اُن کو مل گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سوال کا ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ امام احمدؒ نے تکبیرات عیدین کے بارے میں حدیث صحیح کے مروی ہونے کی نفی کی ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اُن کے نزدیک اس بارے میں کوئی حدیث حسن و قابل احتجاج مروی نہو اور جو مروی ہو وہ ضعیف و ناقابل احتجاج ہی مروی ہو کیونکہ نفی روایت صحیح نفی روایت حسن کو یا روایت ضعیف کو مستلزم نہیں چنانچہ دیکھئے کہ تسمیہ فی الوضو کے بارے میں انہی امام احمدؒ کا یہ قول ہے کہ لا اعلم فی التسمیۃ حدیثا ثابتا یعنی تسمیہ فی الوضو کے بارے میں مجھے کسی حدیث ثابت کا علم نہیں۔ کوئی حدیث ثابت نہیں جانتا۔ اور توسعہ علی العیال یوم عاشورہ کے بارے میں انہیں امام احمدؒ کا یہ قول ہے کہ لا یصح یعنی توسعہ کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام ممدوح کے ان دونوں قولوں کے کئی جواب دیئے گئے ہیں ازاں جملہ ایک یہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کیا حافظ ابن حجر نتائج الافکار میں لکھتے ہیں۔

ثبت عن احمد بن حنبل انہ قال لا اعلم فی التسمیۃ

ای فی الوضوء حدیثا ثابتا قلت لا یلزم من نفی العلم ثبوت العدم وعلی التنزل لا یلزم من نفی الثبوت ثبوت الضعف لاحتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینتفی الحسن وعلی التنزل لا یلزم من نفی الثبوت عن کل فرد نفیہ عن المجموع انتھی۔

یعنی امام احمد سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ وضو کرتے وقت بسم اللہ کہنے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت میں نہیں جانتا حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ کسی چیز کے متعلق علم نہ ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کا وجود ہی نہیں، اور اگر ایک لمحہ کے لئے اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ بات لازم نہیں آتی کہ ثبوت کی نفی سے ضعف ثابت ہو جائے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ لفظ "ثبوت" سے مراد صحت ہو نہ کہ حسن، اور پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ کہ اگر اکیلے اکیلے فرد سے ثبوت کی نفی کر دی جائے تو تمام کے مجموعہ سے بھی ثبوت کی نفی ہو جائے۔

اور علامہ نور الدین سمہودی جواہر العقدین میں لکھتے ہیں۔

قلت لا یلزم من قول احمد فی حدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء لا یصح ان یکون باطلا فقد یکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج بہ اذ الحسن رتبة بین الصحیح والضعیف انتھی کذا فی الرفع والتکمیل۔

یعنی امام احمد نے جو حدیث توسعہ کی نسبت کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے سو ان کے اس کہنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ حدیث باطل و ناقابل احتجاج ہو کیونکہ کبھی حدیث غیر صحیح ہوتی ہے مگر وہ قابل احتجاج ہوتی ہے مواسطے کہ صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کا درجہ ہوتا ہے ۔

سوال نمبر ۱۵ ۔ یہ تو بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین جو نماز عیدین میں بارہ تکبیرات کے قائل ہیں اُن کا قول حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے ۔ اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو لوگ چھ تکبیرات کے قائل ہیں اُن کا قول حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب ۔ اس کے معلوم کرنے کے لئے دوسرا باب پڑھیئے ۔

دوسرا باب

کیا مسلکِ احناف میں عیدین میں چھ تکبیریں حدیث مرفوع وصحیح سے ثابت ہے؟

سوال نمبر ۱:- نماز عیدین میں چھ تکبیریں کہنے کے بارے میں جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے کوئی حدیث مرفوع جس کی محدثین ناقدین نے تصحیح یا تحسین کی ہو آئی ہے یا نہیں؟ اس باب میں کسی بڑے شخص کا قول نقل کیا جائے جس کی تنقید پر اجلہ حنفیہ کو اعتماد ہو۔؟

جواب ۱:- چھ تکبیریں کہنے کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع جس کی تصحیح یا تحسین ناقدین فن نے کی ہو نہیں آئی ہے حافظ ابن عبدالبر جن کی تنقید پر حافظ زیلعی اور ان کے شیخ علامہ علاؤ الدین اور علامہ ابن الہمام جیسے اجلہ حنفیہ کو اعتماد ہم رکھتے ہیں۔

روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من طریق حسان انہ کبر فی العیدین سبعا فی الاولی وخمسا فی الثانیۃ من حدیث عبداللّٰہ بن عمرو وابن عمر وجابر وعائشۃ

وابي واقد وعمرو بن عوف المزني ولم يرو عنه من وجه قوي ولا ضعيف خلاف هذا وهو اولى ما عمل به كذا في النيل۔

حضرت حسان کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے عیدین میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں پانچ، اور یہی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت جابر اور ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت ابی واقد اور حضرت عمرو بن عوف المزنی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت خواہ سند صحیح کے ساتھ ہو یا سند ضعیف کے ساتھ مروی نہیں، بدیں وجہ بارہ تکبیروں والی روایت پر عمل کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

سوال نمبر ۲:۔ علمائے حنفیہ چھ تکبیروں کے ثبوت میں کوئی حدیث مرفوع پیش کرتے ہیں یا نہیں اگر پیش کرتے ہیں تو اس کا مرفوع ہونا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب ۲:۔ علامہ ابن الہمامؒ علامہ علاؤ الدین اور حافظ زیلعی وغیرہ ایک حدیث مرفوع پیش ضرور کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ابن مسعودؓ کا قول ہے وہ روایت یہ ہے۔

عن ابي عائشة ان سعيد بن العاص سأل ابو موسى الاشعري وحذيفة اليمان كيف كان يكبر رسول الله صلى الله عليه

وسلم فی الاضحی والفطر فقال ابو موسی یکبر اربعا تکبیرۃ
علی الجنائز قال حذیفۃ صدق رواہ ابو داؤد -

یعنی ابو عائشہ سے روایت ہے کہ سعید بن عاص نے ابو موسے
اشعریؓ اور حذیفہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز
عیدین میں کتنی تکبیریں کہتے تھے تو ابو موسےؓ نے کہا کہ چار تکبیریں کہتے
تھے جیسا کہ نماز جنازہ میں آپ کا معمول تھا حذیفہؓ نے کہا کہ ابو موسیٰؓ
نے سچ کہا - اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے ص۱۶۳

اس حدیث کا مرفوع ہونا اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث کو
صرف اکیلے ابو عائشہ مرفوعا روایت کرتے ہیں اور ابو عائشہ کے سوا اور جتنے ثقہ
راوی اس کو روایت کرتے ہیں سب کے سب اسے بالاتفاق موقوفاً روایت
کرتے ہیں - اور یہ ابو عائشہ مجہول ہیں - پس بقاعدہ اصول حدیث ان کے
مرفوعا روایت کرنے کی زیادتی منکر وغیر معتبر ہوئی اور اس حدیث کا موقوف
ہونا یعنی ابن مسعودؓ کا قول ہونا صحیح اور معتبر ہوا - ابو عائشہ کے مجہول ہونے کا
ثبوت یہ ہے کہ میزان الاعتدال میں ہے -

ابو عائشۃ جلیس لابی ھریرۃ غیر معروف وروی عنہ
مکحول -

حافظ زیلعی تخریج ہدایہ میں لکھتے ہیں -

لکن ابو عائشۃ قال ابن حزم فیہ مجھول وقال ابن القطان
لا اعرف حالہ

کہ ابو عائشہ کے بارہ میں امام ابن حزم نے کہاہے وہ مجہول ہے
اور ابن قطان نے کہا ہے کہ میں اس کے حال کو نہیں جانتا،
اور یہی بات فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ہے۔
لکن ابو عائشۃ فی سندہ قال ابن القطان لا اعرف حالہ

وقال ابن حزم مجہول۔
اور اس بات کا ثبوت کہ "ابو عائشہ کے سوا جتنے ثقہ راوی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں سب کے سب موقوفاً روایت کرتے ہیں" یہ ہے کہ اس حدیث کو ابو عائشہ کے سوا چار ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور چاروں نے موقوفاً روایت کیا ہے اُن چاروں ثقہ راویوں کے نام یہ ہیں۔ علقمہؓ اسودؒ۔ عبداللہ بن قیس۔ کردوس۔ اور اس حدیث کو ایک مجہول شخص نے روایت کیا ہے۔ اُس نے بھی موقوفاً ہی روایت کیا ہے۔ اب ہر ایک کی روایت نقل کی جاتی ہے۔
مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

اخبرنا معمر عن ابی اسحٰق عن علقمۃ والاسود قال کان ابن مسعود جالسا وعندہ حذیفۃ وابو موسٰی الاشعری فسألھم سعید بن العاص عن التکبیر فی صلوٰۃ العید فقال حذیفۃ سل الاشعری فقال الاشعری سل عبداللہ فانہ اقدمنا واعلمنا فسألہ فقال ابن مسعود یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر فیرکع فیقوم فی الثانیۃ فیقرأ ثم یکبر

اربعا بعد القراءة كذا فی تخریج الزیلعی

یعنی علقمہ اور اسود نے کہا کہ ابن مسعود بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے پاس
حذیفہؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ بھی تھے پس سعید بن عاص نے ان لوگوں سے
دریافت کیا کہ نماز عید میں کتنی تکبیریں کہی جائیں؟ حذیفہؓ نے کہا ابوموسیٰ
اشعریؓ سے دریافت کیجئے ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا عبداللہ ابن مسعودؓ
سے دریافت کیجئے اس واسطے کہ ہم سے وہ علم اور عمر میں بڑے ہیں
تو سعید بن عاص نے عبداللہ بن مسعودؓ سے دریافت کیا پس عبداللہ بن
مسعودؓ نے کہا چار تکبیریں کہی جائیں پھر قرأت کی جائے پھر تکبیر کہی
جائے۔ پھر رکوع کیا جائے پھر دوسری رکعت میں قرأت کی جائے
پھر بعد قرأت کے چار تکبیریں کہی جائیں۔

شرح معانی الآثار میں ہے۔

عن ابی اسحق عن ابراھیم بن عبداللہ ابن قیس عن
ابیه ان سعید بن العاص رضی اللہ عنه دعاھم یوم
عید فدعا الاشعری وابن مسعود وحذیفة بن الیمان
رضی اللہ عنھم فقال ان الیوم عیدکم فکیف اصلی قال
حذیفة سل الاشعری وقال الاشعری سل عبداللہ
فقال عبداللہ تکبر، الخ

عبداللہ بن قیس کی اس روایت کا بھی وہی مضمون ہے جو اسودؓ اور
علقمہ کی روایت مذکورہ کا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

حدثنا یزید بن ھارون عن المسعودی عن معبد بن خالد عن کردوس قال قدم سعید بن العاص فی ذی الحجۃ فارسل الی عبداللہ وحذیفۃ وابی مسعود الانصاری وابی الموسی الاشعری یسئلھم عن التکبیر فی العید فاسندوا امرھم الی ابن مسعود فذکر بمعنی روایۃ السبیعی کذا فی الجوھر النقی،

کردوس کی اس روایت کا بھی وہی مضمون ہے جو اسود و علقمہ کی روایت مذکورہ کا ہے دیکھو حدیث مذکورہ کو۔ ابو عائشہ کے سوا اسود اور علقمہ اور عبداللہ بن قیس اور کردوس نے روایت کیا ہے۔ مگر ان میں سے کسی نے مرفوعاً روایت نہیں کیا ہے اور ان چاروں ثقہ راویوں کے علاوہ ایک مجہول شخص نے حدیث مذکور کو روایت کیا ہے اس نے بھی موقوفاً ہی روایت کیا ہے دیکھو جوہر النقی صفحہ ۲۴۳ ج ۱

واضح ہو کہ حدیث مذکور کے مرفوعاً صحیح نہ ہونے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن ابن ثوبان واقع ہیں اور یہ متکلم فیہ ہیں تخریج زیلعی میں ہے۔

قال ابن معین ھو ضعیف وقال احمد لم یکن ھو بالقوی واحادیثہ مناکیر۔

یحیی ابن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے امام احمد بن حنبل نے فرمایا

ہے کہ وہ قوی نہیں اور اس کی روایت کردہ احادیث بے منکر ہیں امام
نسائی اور ابن عدی وغیرہ نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔
چنانچہ میزان الاعتدال میں ہے۔
قال النسائی لیس بالقوی وقال ابن عدی یکتب حدیثه
علے ضعفه وقال العقیلی لایتابع عبدالرحمٰن الامن دونه
اومثله
پس جبکہ عبدالرحمٰن بن ثوبان متکلم فیہ ہیں اور ان کے سوا کسی ثقہ نے زیادت
رفع کو روایت بھی نہیں کیا۔ بلکہ سب نے موقوفاً روایت کیا ہے تو عبدالرحمٰن
بن ثوبان کی وجہ سے بھی حدیث مذکور کا مرفوعاً صحیح نہ ہونا ثابت ہوتا ہے
فتفکر وتدبر۔
بہرحال حدیث مذکور کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ
وہ موقوف روایت ہے یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے۔ امام بیہقی سنن
کبریٰ میں حدیث مذکور کو روایت کر کے لکھتے ہیں۔
خولف راویه فی موضعین فی رفعه وفی جواب ابی موسٰی
والمشهور انهم اسندوه الی ابن مسعود فافتاهم بذلك
ولم یسنده الی النبی صلی الله علیه وسلم کذا رواه
السبیعی عن عبدالله بن موسٰی اوابن ابی موسٰی ان
سعید بن العاص ارسل الخ وعبدالرحمٰن بن ثابت بن
ثوبان ضعفه ابن معین کذا فی الجوهر النقی۔

یعنی اس حدیث کے راوی کی دو جگہ مخالفت کی گئی ہے - ایک اس حدیث کے مرفوع کرنے میں اور دوسرے ابوموسٰی کے جواب میں اور مشہور یہ ہے کہ ابوموسٰی وغیرہ نے سعید بن عاص کو کہا کہ آپ عبداللہ بن مسعود سے دریافت کریں پس انہوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے چھ تکبیریں کہنے کا فتوٰی دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو منسوب نہیں کیا - اسی طرح سبیعی نے عبداللہ بن موسٰی یا ابن ابی موسٰی سے روایت کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان کو یحیٰی بن معین نے ضعیف کہا ہے -

اور امام ممدوح معرفۃ السنن میں لکھتے ہیں -

وعبدالرحمٰن هذا قد ضعفه يحيى بن معين والمشهور من هذا القصة انهم اسندوا امرهم الى ابن مسعود فافتاه ابن مسعود باربع فى الاولى قبل القراءة واربع فى الثانية بعد القراءة ويركع لرابعة ولم يسنده الى النبى صلى الله عليه وسلم كذلك رواه ابو اسحٰق السبيعى وغيره عن شيوخهم ولو كان عند ابى موسٰى فيه علم عن النبى صلى الله عليه وسلم لما كان يساله عن ابن مسعود وروى عن علقمة عن عبدالله انه قال خمس فى الاولى واربع فى الثانية وهٰذا يخالف الرواية الاولى انتهى -

یعنی یحیٰی بن معین نے عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان کو ضعیف کہا ہے

اور مشہور اس روایت میں یہ ہے کہ ابو موسیٰؓ اور حذیفہؓ وغیرہ نے اپنے امر کو ابن مسعود کی طرف مسند کیا پس ابن مسعود نے ان کو فتویٰ دیا کہ پہلی رکعت میں قبل قرارت کے چار تکبیریں اور دوسری رکعت میں بعد قرارت کے چار تکبیریں مع تکبیر رکوع کے کہنا چاہیئے اور عبداللہ ابن مسعود نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا اسی طرح ابو اسحٰق سبیعی وغیرہ نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے اور اگر ابو موسیٰؓ کے پاس چھ تکبیروں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ہوتی تو وہ ابن مسعودؓ سے نہ دریافت کرتے اور علقمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں کہنا چاہیئے اور یہ روایت پہلی روایت کے مخالف ہے - جبکہ پہلی روایت میں چار چار تکبیروں کا ذکر ہے اور اس میں پانچ اور چار کا -

٭

علامہ علاؤالدین نے امام بیہقی کے اس کلام کو جس کو انہوں نے سنن کبریٰ میں لکھا ہے جوہر النقی میں نقل کیا ہے پھر اس کا جواب دیا ہے اُس جواب کو یہاں نقل کر کے اس کی حقیقت ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے علامہ ممدوح جوہر النقی میں لکھتے ہیں۔

قلت اخرجه ابوداؤد كما اخرجه البيهقى اولا وسكت عنه۔

یعنی ابو عائشہ کی حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے جیسا کہ بیہقی نے پہلے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے

اقول یہ قاعدہ کلیہ نہیں[1] ہے کہ جس حدیث پر ابوداؤد سکوت کریں وہ صحیح یا حسن ہو۔ اور اگر امام ممدوح کے نزدیک یہ کلیہ مسلم ہو تو عمرو بن شعیب کی بارہ تکبیروں کی حدیث اور حضرت عائشہؓ کی بارہ تکبیروں کی حدیث جو پہلے باب میں گزر چکی ہے امام ممدوح کے نزدیک صحیح یا حسن ہوگی۔ کیونکہ ابوداؤد نے ان دونوں حدیثوں کو اپنے سنن میں روایت کیا ہے

[1] حافظ ابن حجرؒ نے اس بارہ میں اپنی کتاب النکت الظریفہ میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

اور اُن دونوں پر سکوت کیا ہے اور علامہ ممدوح کا ان دونوں حدیثوں کو ضعیف بتانا غلط ہو جاویگا۔ تعجب ہے کہ عمرو بن شعیب اور عائشہؓ کی حدیث پر ابو داؤد نے جو سکوت کیا ہے یہ سکوت تو علامہ ممدوح کے نزدیک موجب صحت یا حسن کا نہ ہوا۔ حالانکہ عمرو بن شعیب کی حدیث کی تصیح امام بخاریؒ اور علی بن مدینیؒ جیسے ناقدین فن اور ماہرین رجال نے کی ہے اور ابو عائشہ کی حدیث پر ابو داؤد نے جو سکوت کیا ہے یہ سکوت ابو عائشہ کی حدیث کی صحت یا حسن کا موجب ہو گیا حالانکہ ابو عائشہ کی حدیث کی کسی ناقد فن نے نہ تصیح کی ہے اور نہ تحسین۔ بلکہ امام بیہقی وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

پھر علامہ ممدوح لکھتے ہیں ومذھب المحققین ان الحکم للرافع لانہ زاد یعنی محققین کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی حدیث کو کوئی راوی مرفوعًا روایت کرے اور کوئی موقوفًا مرفوع روایت کرنے والے کی روایت مقبول ہوگی کیونکہ اس نے ایک زائد بات کی روایت کی ہے

اقول بہت تعجب ہے علامہ علاؤالدین جیسے علامہ پر کہ آپ کو محققین کا یہ مذہب معلوم ہوا اور کیا آپ کو محققین کا یہ مذہب معلوم نہ تھا کہ ہر ایک راوی کی زیادتی مقبول نہیں ہوتی ہے بلکہ ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور وہ بھی کب ؟ کہ جب علت شذوذ سے پاک ہو اور زیر بحث سند میں مرفوع روایت کرنے والے (ابو عائشہ) ثقہ نہیں ہیں بلکہ مجہول ہیں اور مجہول کی زیادتی بالاتفاق نا مقبول وغیر

معتبر ہوتی ہے اور اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس رافع مجہول سے چشم پوشی بھی کر لیں تو بھی رفع کی زیادت علت شذوذ سے پاک نہیں ہو سکتی ؎

فان کنت لا تدری فتلک مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

پھر علامہ ممدوح لکھتے ہیں۔

واما جواب ابی موسٰی فیحتمل انہ تادب مع ابن مسعود فاسند الامر الیہ مرة وکان عندہ فیہ حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرہ مرة اخری۔

کہ ہو سکتا ہے کہ ابو موسیٰؓ نے بپاس ادب سائل کو ابن مسعود کی طرف مرجوع کا حکم دیا ہو باوجودیکہ آپ کو حدیث مرفوع کا علم ہو اور ہو سکتا ہے کہ کبھی اس حدیث مرفوع کو ذکر بھی کیا ہو۔

اقول علامہ ممدوح کو پہلے زیادت رفع کی صحت ثابت کرنا چاہیئے پھر اس کے بعد اس جمع و توفیق کو بیان کرنا چاہیئے۔ ثبت العرش فانقش اور پھر علامہ ممدوح نے عبدالرحمٰن بن ثابت کے بارے میں بعض محدثین سے تعدیل و توثیق نقل کی ہے۔ مگر ابو عائشہ کی تعدیل و توثیق سے بالکل خاموشی اختیار کی ہے تو کیا صرف عبدالرحمٰن بن ثابت کے ثقہ ہونے سے ابو عائشہ کی حدیث مذکور کا مرفوع ہونا صحیح ہو جاوے گا؟ حالانکہ ہم ابو عائشہ کے مجہول ہونے سے قطع نظر بھی کر لیں۔ اور عبدالرحمٰن بن ثابت کو بھی ثقہ فرض

کرلیں تو کیا صرف عبدالرحمٰن کے ثقہ ثابت ہوجانے سے ان کی روایت میں زیادتی علت شذوذ سے پاک ہوجاوے گی؟ ہرگز نہیں زیادت رفع میں عبدالرحمٰن بن ثابت نے ایک نہیں بلکہ کئی اوثق راویوں کی مخالفت کی ہے پھر علت شذوذ سے مبرا کیونکر ہوسکتی ہے؟ پھر علامہ ممدوح چند موقوف روایتوں کو نقل کرکے لکھتے ہیں کہ ان موقوف روایتوں سے حدیث مرفوع کی تائید ہوتی ہے حالانکہ ان موقوف روایتوں سے حدیث مرفوع کی تائید نہیں ہوتی ہے بلکہ ان موقوف روایتوں سے زیادت رفع کا غیر مقبول ہونا اور غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے کما تقدم تقریرہ فتذکر۔

الحاصل امام بیہقی کے کلام مذکور کے جواب میں جتنی باتیں علامہ علاؤ الدین نے لکھی ہیں وہ سب کی سب تعجب خیز و حیرت انگیز ہیں۔

ہمارے اتنے بیان سے و نیز دیگر بیانات سے جو اس رسالہ میں علامہ ممدوح سے متعلق ہیں۔ مجملاً معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ نے جوہر النقی میں سنن کبریٰ کی کیسی تردید کی ہوگی؟ اور جوہر النقی کی حقیقت اچھی طرح سے اس وقت ظاہر ہوگی جب ہمارا رسالہ تنقید الجوھر چھپ کر شائع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال نمبر ۳:۔ یہ تو ثابت ہوا کہ ابو عائشہ کی حدیث مذکور کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ عبداللہ بن مسعود کا قول ہے مگر علامہ علاؤ الدین وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ قول ایسا ہے کہ اس میں رائے و قیاس کو دخل نہیں۔ پس یہ قول حکماً مرفوع ہوا؟

جواب ۳ ۔ ابن مسعودؓ کا یہ قول حکماً مرفوع نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ اس میں رائے وقیاس کو دخل ہے اس وجہ سے کہ نماز جنازہ کی چار تکبیروں پر نماز عیدین کی تکبیروں کا قیاس ہو سکتا ہے اور ابو عائشہ کی حدیث مذکور میں لفظ تکبیرہ علی الجنائز اس کی تائید کرتا ہے۔

امام بیہقی سنن کبرای میں لکھتے ہیں ھذا رائے من جھۃ عبد اللہ کہ یہ عبداللہ بن مسعود کی رائے ہے ۔ اور علامہ علاؤالدین وغیرہ کا یہ لکھنا کہ "اس قول میں رائے وقیاس کو دخل نہیں" اور اس کی دلیل یہ بیان کرنا کہ سات تکبیروں اور سات سے کم اور سات سے زیادہ میں رائے وقیاس کی جہت سے کچھ فرق نہیں ہے "صحیح نہیں ہے ، کیونکہ رائے واجتہاد کی جہت سے عیدین کی تکبیرات کا قیاس جنازہ کی تکبیرات پر ہو سکتا ہے جیسا کہ تکبیرات عیدین کے رفع یدین کا قیاس تکبیرات جنازہ میں رفع یدین پر حنابلہ کے نزدیک ہو سکتا ہے پس فرق کی وجہ ظاہر ہے ۔ ہاں جو صحابہ کرام بارہ تکبیروں کے قائل ہیں ان کے قول میں رائے وقیاس کو البتہ کچھ دخل نہیں ہے۔ کیونکہ بارہ تکبیروں کا کوئی مقیس علیہ نہیں ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ ابن مسعودؓ کا یہ قول حکماً مرفوع ہے تو یہ بھی قول بارہ تکبیروں کی حدیثوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو حقیقۃً مرفوع ہیں اور پھر مختلف فیہ مسئلہ میں قول صحابی کو حکماً مرفوع کہنا ویسے بھی غلط ہے ۔"حسان" کما تقدم[۱] فے مقدمۃ واللہ تعالی اعلم۔

ص ۲ و رد علیٰ من المغفور لہٗ م

---

[۱] مختلف فیہ مسئلہ میں قول الصحابہ کو حکماً مرفوع کہنا غلط ہے فافہم ولا تکن من المغترین ۔ ملا ابو محمد

سوال نمبر۴:- علامہ ابن الہمام علامہ علاؤ الدین اور حافظ زیلعی وغیرہم جو چھ تکبیروں کے ثبوت میں صرف ابو عائشہ کی حدیث مذکور پیش کرتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے کیا اس بارے میں کوئی اور حدیث مرفوع آئی ہی نہیں ہے؟ یا آئی ہے مگر یہ لوگ اس کو ناقابل استدلال سمجھ کر پیش نہیں کرتے؟

جواب۴:- چھ تکبیروں کے بارے میں ایک حدیث مرفوع اور آئی ہے جس کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے مگر ان ائمہ مذکورین میں سے کوئی اس کو پیش نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ لوگ اپنی تصانیف میں بہت کثرت سے شرح معانی الآثار کی روائتیں نقل کرتے ہیں اور معرض استدلال میں پیش کرتے ہیں پس ظاہر یہ ہے کہ ان آئمہ نے طحاوی کی اس حدیث کو ناقابل استدلال ہی سمجھ کر پیش نہیں کیا۔ کیونکہ وہ حدیث ضعیف و ناقابل استدلال ہے طحاوی کی وہ حدیث یہ ہے۔

علی بن عبد الرحمٰن و یحیی بن عثمان قد حدثانا قالا ثنا عبد اللہ بن یوسف عن یحیی بن حمزۃ قال حدثنی الوضین بن عطاء ان القاسم ابا عبد الرحمٰن حدثہ قال حدثنی بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید فکبر اربعا و اربعا ثم اقبل علینا بوجہہ حین انصرف فقال لا تنسوا کتکبیر الجنائز واشار باصابعہ وقبض ابہامہ

یعنی بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہم کو عید کے دن نماز پڑھائی۔ پس آپ نے چار چار مرتبہ تکبیریں
کہیں پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا
کہ نہ بھولنا عیدین کی تکبیرات جنائز کی تکبیرات کی طرح ہیں اور اپنے انگوٹھے
کو دبا کر چار انگلیوں سے اشارہ کیا۔

اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسکی سند میں وضین بن عطا
واقع ہیں جن کی نسبت علامہ علاؤ الدین جوہر النقی صفحہ ۲۹ج ۱ میں لکھتے
ہیں وھو واہ یعنی وضین بن عطا ضعیف ہیں اور نیز اس کی سند میں قاسم
ابو عبدالرحمٰن واقع ہیں جن کی نسبت وہی علامہ علاؤ الدین اپنی کتاب جوہر
النقی صفحہ ۲۰ج ۲ میں لکھتے ہیں۔

واما القاسم فقد قال ابن حنبل یروی عنه علی بن یزید
اعاجیب وما اراها الامن قبل القاسم وقال ابن حبان
یروی عن اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم
المعضلات ویاتی عن الثقات المقلوبات حتی یسبق
الی القلب انه کان المعتمد لها انتهی۔

یعنی قاسم کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ ان سے
علی بن یزید عجیب عجیب حدیثیں روایت کرتے ہیں اور میرا گمان یہی
ہے کہ یہ حدیثیں انہیں قاسم کے جانب سے ہیں اور ابن حبان نے کہا
ہے کہ قاسم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معضل حدیثیں
روایت کرتے ہیں اور ثقہ راویوں سے مقلوب حدیثوں کو نقل کرتے

ہیں یہانتک کہ دل میں یہ بات آتی ہے کہ انہوں نے قصداً ایسا کیا ہے۔

پس جب طحاوی کی اس حدیث کی سند میں وضین بن عطا ضعیف ہیں اور قاسم کی یہ حالت ہے تو یہ حدیث کیونکر قابل احتجاج ہو سکے گی۔ علاوہ اس کے اس حدیث میں صرف چار چار تکبیریں کہنے کا ذکر ہے اور اس امر کا بیان نہیں ہے کہ یہ چار چار تکبیریں دونوں رکعتوں میں قبل قرارت کے تھیں یا پہلی رکعت میں قبل قرارت کے تھیں اور دوسری رکعت میں بعد قرارت کے۔ پس یہ حدیث اس وجہ سے بھی حنفیہ کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر کوئی کہے کہ امام طحاوی نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے

هٰذا حديث حسن الاسناد وعبد الله بن يوسف ويحيى بن حمزة والوضين والقاسم كلهم اهل رواية معروفون بصحة الرواية

یعنی یہ حدیث حسن الاسناد ہے اور عبداللہ بن یوسف اور یحییٰ بن حمزہ اور وضین اور قاسم یہ سب اہل روایت ہیں اور صحت روایت میں مشہور ہیں۔

تو جب امام طحاوی نے اس حدیث کو حسن الاسناد کہا اور اس کے رواۃ کی نسبت تصریح کر دی کہ یہ سب صحت روایت کے ساتھ مشہور ہیں تب یہ حدیث کیونکر ضعیف و ناقابل استدلال ہو سکتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب آپ خود علامہ علاؤالدین حنفی کی زبانی

وضین بن عطا اور قاسم کی حالت معلوم کر چکے ہیں تو پھر باوجود اس کے کہ یہ دونوں راوی اس حدیث کی سند میں موجود ہیں اور امام طحاوی نے نہ ان کا کوئی متابع بیان نہیں کیا اور نہ ہی اس کا کوئی اور طریق ذکر کیا ہے تو یہ حدیث کیونکر حسن الاسناد ہو سکتی ہے اور امام طحاوی کا یہ قول ھذا حدیث حسن الاسناد الخ کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے ؟ اور وہاں یہیں سے علامہ ابن تیمیہؒ کے اس قول کی فی الجملہ تصدیق ہو سکتی ہے۔ جس کو انہوں نے امام طحاوی کے متعلق منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ

لیست عادته نقد الحدیث کنقد اھل العلم ولھذا روی فی شرح معانی الاثار الاحادیث المختلفة وانما یرجح ما یرجحه منھا فی الغالب من جھة القیاس الذی راٰہ حجة ویکون اکثرہ مجروحًا من جھة الاسناد ولا یثبت فانه لم یکن له معرفة بالاسناد کمعرفة اھل العلم به و ان کان کثیر الحدیث فقیھا عالما انتھی۔

یعنی جیسے علماء حدیث حدیث کی تنقید کرتے ہیں امام طحاوی کی ویسی تنقید کرنے کی عادت نہیں ہے اس لئے وہ شرح معانی الآثار میں مختلف حدیثوں کو روایت کر کے جو بعض حدیثوں کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں تو اکثر قیاس سے ترجیح دیتے ہیں اور اس کو حجت سمجھتے ہیں حالانکہ اکثر ان میں سند کے اعتبار سے ضعیف ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام طحاوی اگرچہ کثیر الحدیث فقیہ اور عالم ہیں لیکن اور علماءٴ

حدیث کی طرح ان کو فن اسناد کا علم نہیں تھا - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم -

سوال نمبر ۵: - جب طحاوی کی حدیث مذکور کی یہ حالت ہے اور ابو عائشہ کی حدیث مذکور کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ابن مسعودؓ کا قول ہے اور قول بھی ایسا کہ اس میں رائے وقیاس کو دخل ہے تو پھر چھ تکبیریں کہنے کا ثبوت کیا ہے؟

جواب - چھ تکبیریں کہنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثبوت صحیح نہیں ہے اس وجہ سے امام بیہقی نے لکھا ہے

والحدیث المسند مع ما علیہ عمل المسلمین اولے ان یتبع

یعنی بارہ تکبیروں کی حدیث مرفوع مسند پر عمل کرنا اولی ہے اور اسی پر مسلمانوں کا عمل ہے -

اور حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں -

وھو اولی ما عمل بہ یعنی بارہ تکبیروں کی حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے - اور علامہ شوکانی رحمہ لکھتے ہیں -

وارجح ھذہ الاقوال اولھا فی عدد التکبیر و فی محل القراءۃ

یعنی تکبیرات عیدین کے عدد کے بارے میں اور تکبیرات عیدین کے بارے میں دس قول ہیں ان دس قول میں ارجح قول پہلا قول ہے - وہ یہ کہ پہلی رکعت میں قبل قراءت کے سات اور دوسری رکعت میں قبل قراءت کے

پانچ تکبیریں کہی جائیں۔

خاتمہ

نمازِ عیدین کے متعلق متفرق مسائل

کیا تکبیرات عیدین میں ہاتھ باندھنے چاہئیں یا نہیں؟

سوال ۱ :۔ تکبیرات عیدین میں ہاتھوں کو باندھے رہنا چاہیے یا چھوڑ دینا چاہیئے۔

جواب ۱ ۔ اس بارے میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری مگر صحیح حدیثوں سے عیدین کے سوا باقی تمام نمازوں میں بعد تکبیر تحریمہ کے ہاتھوں کو باندھنا ثابت ہے پس ظاہر یہی ہے کہ نماز عیدین میں بھی بعد تکبیر تحریمہ کے ہاتھوں کو باندھ لینا چاہیئے اور علماء حنفیہ وغیرہم بھی تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ لینے کو کہتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ ہاتھوں کو باندھ لینے کے بعد تکبیرات زوائد میں ہاتھوں کو چھوڑ دینا چاہیئے یا باندھے رہنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں واضح ہو کہ اثنائے تکبیرات زوائد میں ہاتھوں کو چھوڑ دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بنابریں باندھے ہی رہنا چاہیئے۔ فقہاء حنفیہ نے جو یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ جس قیام میں ذکر مسنون ہو اس میں ہاتھوں

کو باندھنا چاہیئے اور جس قیام میں ذکر مسنون نہ ہو اس میں ہاتھوں کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اسی قاعدہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ " اثنائے تکبیرات میں چونکہ ذکر مسنون نہیں ہے اس لئے اثنائے تکبیرات میں ہاتھوں کو چھوڑ دینا چاہیئے " تو حنفیہ کا یہ قاعدہ کسی دلیل صحیح سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ قاعدہ خود انکے عمل سے متروک ہے کیونکہ قومہ میں ذکر مسنون ہے۔ مگر خود حنفیہ بھی قومہ میں ہاتھوں کو نہیں باندھتے بلکہ چھوڑ دیتے ہیں - اگر وہ یہ کہیں کہ جس قیام میں ذکر طویل ہو اس میں ہاتھوں کو باندھنا چاہیئے اور جس میں طویل نہ ہو اس میں نہ باندھنا چاہئیں اور چونکہ قومہ میں ذکر طویل نہیں ہے اس لئے اس میں ہاتھوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے - تو انہیں اس تفریق کو کسی دلیل سے ثابت کرنا چاہیئے جب تک یہ تفریق کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ کی جائے تب تک - " یہ تفریق ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتی " - ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم -

کیا تکبیروں کے درمیان وقفہ کرنا چاہیئے؟

اور کیا اس وقفہ میں کچھ پڑھنا چاہیئے -

سوال ۲۷ :- تکبیرات عیدین میں ہر تکبیر کے بعد کچھ وقفہ کر کے دوسری تکبیر کہنا چاہیئے یا چاروں تکبیروں کو مسلسل لگاتار کہنا چاہیئے۔ اور اگر وقفہ کرنا چاہیئے - تو کس قدر - اور وقفہ میں کچھ پڑھنا چاہیئے یا

نہیں اور اس بارے میں آئمہ اربعہ کا کیا مذہب ہے؟

جواب۲ :- اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع نظر سے نہیں گذری ہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند قوی ثابت ہے کہ وہ ہر دو تکبیروں کے درمیان بقدر ایک آیت کے جو نہ بہت بڑی ہو اور نہ بہت چھوٹی وقفہ کرتے تھے۔ اور وقفہ کرنے کو کہتے تھے اور اسی طرح حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے تلخیص الحبیر میں ہے۔

ويقف بين كل تكبيرتين بقدر قراءة آية لاطويلة و لاقصيرة هذا لفظ الشافعي وقد روى مثل ذلك عن ابن مسعود قولا وفعلا قلت رواه الطبراني البيهقي موقوفا وسنده قوي وفيه عن حذيفة وابي موسى مثله انتهى۔

اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں ابن مسعودؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر دو تکبیر کے درمیان وقفہ کرتے اور وقفہ میں تہلیل و تکبیر کہتے تھے مگر علامہ علاؤالدین نے اس کی سند کے بعض راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے اور بعض راویوں کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا حال معلوم نہیں اور سنن کبریٰ ملتی نہیں ہے کہ اس میں اس اثر کی سند دیکھی جائے اور اس کی جانچ کی جائے پس معلوم نہیں کہ اس روایت کی سند کیسی ہے اور ابن مسعودؓ کے اس اثر کو اثرم نے بھی روایت کیا ہے مگر اس کی سند کا بھی حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے۔ اور اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف

ہے امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ تکبیرات عیدین کے درمیان وقفہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ مسلسل و لگاتار کہنا چاہیئے۔ جیسا کہ رکوع اور سجود میں تسبیحات کہی جاتی ہیں اور ان دونوں اماموں کی دلیل یہ ہے کہ تکبیرات عیدین میں ذکر مشروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوتا جیسا کہ تکبیروں کا کہنا منقول ہے۔ اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ہر دو تکبیر کے درمیان وقفہ کرنا چاہیئے اور وقفہ میں تہلیل و تکبیر کہنا چاہیئے اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ کن لفظوں سے تہلیل و تکبیر کہی جائے اکثر شافعیہ کہتے ہیں کہ اس طرح کہنا چاہیئے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

اور بعض کہتے ہیں کہ اس طرح کہنا چاہیئے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اس طرح کہنا چاہیئے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَاَصِیْلًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

امام احمدؒ کی دلیل وہی ابن مسعودؓ کا اثر ہے اور غالبًا امام شافعیؒ کی بھی وہی اثر ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم،

نیل الاوطار میں ہے۔

قد وقع الاختلاف هل المشروع المولاة بين التكبيرات صلوٰة العيد او الفصل بينهما بشئ من التحميد والتسبيح ونحو ذالك فذهب مالك وابو حنيفة والاوزاعی الی انه یوالی بینهما کالتسبیح فی الرکوع والسجود قالوا لانه لو کان بینها ذکر مشروع لنقل کما نقل التکبیر وقال الشافعی انه یقف بین کل التکبیرتین یهلل ویمجد ویکبر واختلف اصحابه فیما یقوله بین التکبیرتین فقال الاکثرون یقول سبحان الله و الحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر وقال بعضهم لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر وقیل غیر ذالك -

اس بارہ میں اختلاف ہے کہ نماز عید کی تکبیروں کے درمیان وقفہ کرکے اس میں تسبیح وتحمید کہنی چاہیئے یا نہ کہنی چاہیئے - امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعی کی رائے ہے کہ تکبیروں کے درمیان وقفہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ بغیر وقفہ کے مسلسل تکبیریں کہنا چاہیئے کیونکہ اگر ان تکبیروں کے درمیان کچھ پڑھنا درست ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور کوئی حدیث اس بارہ میں منقول ہوتی جیسے کہ تکبیرات کے بارہ میں منقول ہے -

اس کے برعکس امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تکبیرات میں وقفہ کرنا

چاہیئے۔ اور اس وقفہ میں تہلیل تمجید اور تکبیر کہی جائے۔ لیکن اس تہلیل تمجید اور تکبیر کے بارہ میں اصحاب الشافعی مختلف ہیں اکثر کہتے ہیں کہ وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہے اور بعض کہتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ اور کچھ اسکے علاوہ اور بھی الفاظ کا ذکر کرتے ہیں۔

علامہ شیخ منصور بن ادریس حنبلی "کشاف القناع" میں لکھتے ہیں۔

(ویقول بین کل تکبیرتین) زائدتین (اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا وصلی اللہ علی محمد النبی واٰلہ وسلم تسلیما کثیرا) لما روی عقبۃ بن عامر قال سألت ابن مسعود عما یقولہ بین تکبیرات العید قال یحمد اللہ و یثنی علیہ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یدعو ویکبر الحدیث وفیہ فقال حذیفۃ وابو موسی صدق ابو عبد الرحمٰن رواہ الاثرم وحرب و احتج بہ احمد ولانہا تکبیرات حال القیام فاستحب ان یتخللہا تکبیرات کتکبیرات الجنازۃ۔

کہ دو تکبیروں کے درمیان یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ و اصیلا الخ کیونکہ عقبہ ابن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے دریافت کیا کہ نماز عید ادا

کرنے والا دو تکبیروں کے درمیان کیا کہے تو آپ نے فرمایا اللہ کی حمد کرے
اس کی ثنا کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر دعا مانگے
اور تکبیر کہے۔ اور اسی روایت میں ہے کہ یہ سن کر حضرت حذیفہ اور ابو موسیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ نے درست جواب دیا ہے
اور امام احمد نے بھی اسی روایت سے تکبیرات میں وقفہ کرنے اور وقفات
میں پڑھنے پر استدلال کیا ہے۔

الحاصل تکبیرات عیدین کے درمیان وقفہ کرنے اور اس میں کچھ
پڑھنے اور ذکر کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت
نہیں ہے ہاں ابن مسعودؓ سے بسند قوی ثابت ہے کہ وہ ہر دو تکبیر کے
درمیان بقدر ایک آیت کے وقفہ کرتے تھے اور حذیفہؓ اور ابو موسیٰؓ سے
بھی اسی طرح مروی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا تکبیرات کہتے وقت رفع یدین کرنی چاہیئے یا نہیں؟

سوال ۳:۔ تکبیرات زوائد میں رفع یدین کرنا کسی حدیث مرفوع
صحیح سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب ۳:۔ تکبیرات زوائد میں رفع یدین کرنا کسی حدیث مرفوع
صحیح سے ثابت نہیں ہے۔

ھکذا قال فی عون المعبود (صفحہ ۴۴۴ ج ۱) واما رفع الیدین
فی تکبیرات العیدین فلم یثبت فی حدیث صحیح مرفوع

وانما جاء فی ذلک اثر انتھی ما قال۔

سوال ۴:۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ یہ تینوں امام تکبیرات زوائد میں رفع یدین کے قائل ہیں پس یہ لوگ یا ان کے مقلدین رفع یدین کے اثبات میں کوئی حدیث مرفوع پیش کرتے ہیں یا نہیں اگر پیش کرتے ہیں تو وہ صحیح و قابل احتجاج ہے یا نہیں ؟ اور اس سے تکبیرات زوائد میں رفع یدین کرنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب ۴:۔ ہاں ان آئمہ کے مقلدین رفع یدین کے اثبات میں دو حدیثیں مرفوع پیش کرتے ہیں مگر دونوں ضعیف ہیں اور دونوں میں سے کسی سے تکبیرات زوائد میں رفع یدین کرنا ثابت بھی نہیں ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

ویرفع یدیہ فی تکبیرات العیدین لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاترفع الایدی الافی سبع مواطن وذکر من جملتھا تکبیرات الاعیاد

یعنی تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا چاہیئے۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات جگہوں میں اور انہیں سات جگہوں میں سے تکبیرات عیدین کو بھی ذکر کیا۔

صاحب ہدایہ کے سوا اور فقہائے حنفیہ بھی اسی حدیث کو پیش کرتے ہیں مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھئے تخریج ہدایہ اور باوجود

ضعیف ہونے کے اس حدیث سے تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا ثابت بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث میں تکبیرات عیدین کا ذکر ہی نہیں ہے حافظ زیلعی تخریج ہدایہ صفحہ ۲۲ ج ۲ میں لکھتے ہیں۔

قلت تقدم فی صفۃ الصلواۃ ولیس فیہ تکبیرات العیدین :-

یعنی یہ حدیث باب صفۃ الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے مگر اس میں تکبیرات عیدین کا کہیں ذکر نہیں۔

اور بعینہٖ یہی بات علامہ ابن الہمام حنفی فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ

تقدم الحدیث فی باب صفۃ الصلواۃ ولیس فیہ تکبیرات الاعیاد۔

ایک تو یہی حدیث مرفوع تھی جسکی بابت آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اب دوسری حدیث سنئے امام بیہقی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں۔

باب رفع الیدین فی تکبیرات العید۔

یعنی تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنے کا باب پھر ابن عمرؓ کی ایک حدیث روایت کی ہے جس میں تکبیر تحریمہ اور رکوع اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ مذکور ہے۔

ویرفعھما فی کل تکبیرۃ یکبرھا قبل الرکوع

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل ہر تکبیر میں رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔

مگر یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ واقع ہیں اور یہ مدلس وضعیف ہیں اور باوجود ضعیف ہونے کے اس جملہ کے ساتھ یہ متفرد ہیں ان کے سوا کوئی اور اس جملہ کو روایت نہیں کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس جملہ سے تکبیرات عید میں رفع یدین کرنا ثابت بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس جملہ کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرنے کے لئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور امام بیہقی نے بھی "باب السنۃ فی رفع الیدین کلما کبر للرکوع" میں اس جملہ کا بھی مطلب سمجھا ہے کیونکہ اس باب میں بھی اسی حدیث کو ذکر کیا ہے پس اس جملہ کو تکبیرات عیدین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اگر اس جملہ کا یہ مطلب لیا جائے کہ رکوع سے پہلے آپ جتنی بھی تکبیریں کہتے تھے۔ ان میں رفع یدین کرتے تھے جیسا کہ بیہقی نے "باب رفع الیدین فی تکبیر العیدین" میں سمجھا ہے تو یہ جملہ تکبیرات عیدین کو بھی شامل ہوگا مگر اس مطلب کے متعین ہونے پر کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ اور بدوں متعین ہونے کے اس سے استدلال صحیح نہیں

لانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

کیونکہ جب کسی چیز میں احتمال کی گنجائش نکل آئے تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ علاؤ الدین جوہر النقی صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں۔

وهذه العبارة لم تجي فی ما علمنا الا فی هذه الطریق و
جمیع من روی هذا الحدیث من غیر هذه الطریق لم
یذکروا هذه العبارة انما لفظهم واذا اراد ان یرکع رفعهما
او نحو هذا من العبارة وهذا اللفظ الذی وقع فی هذا الباب
من طریق بقیة یحتمل وجهین احدهما ارادة العموم
فی کل تکبیرة تقع قبل الرکوع ویندرج فی ذالك تکبیرات
العیدین والظاهر ان البیهقی فهم هذا فی هذا الباب
والثانی ارادة العموم فی تکبیرات الرکوع لا غیر وانه
کان یرفع فی جمیع تکبیرات الرکوع کما هو المفهوم من
الفاظ بقیة الرواة والظاهر ان هذا هو الذی فهمه البیهقی
فیما مضی فقال باب السنة فی رفع الیدین کلما کبر
للرکوع وذکر حدیث بقیة هذا فعلی هذا یندرج فیه
تکبیرات العیدین فان ارید الوجه الاول وهو العموم
الذی یندرج فیه تکبیرات العیدین فعلی البیهقی
فیه امران احدهما الاحتجاج بمن هو غیر حجة لو انفرد
لم یخالف الناس فکیف اذا خالفهم والثانی انه اذا احتج
به ودخلت تکبیرات العیدین فی عمومه لا حاجة الی
هذا القیاس الذی حکاه عن الشافعی وان ارید الوجه
الثانی وهو العموم فی تکبیرات الرکوع لا غیر لم یندرج

فیہ تکبیرات العیدین فسقط الاستدلال بہ ووقع الخطاء
من الراوی حیث اراد تکبیرات الرکوع لاغیر فاتی بعبارۃ
تعم تکبیرات الرکوع وغیرھا والظاھر ان الوھم فی
ذالک من بقیتہ انتھی ۔

الحاصل ابن عمرؓ کی اس حدیث سے بھی تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہوتا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال ؀ ۔ یہ تو معلوم ہوا کہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں ہے نہ صحیح سے نہ ضعیف سے اب سوال یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا ثابت ہے یا نہیں ۔ اگر ثابت ہے تو کون کون صحابیؓ سے ؟

جواب ۔ بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرتے تھے مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابن لہیعہ واقع ہیں جنکا ضعیف و ناقابل احتجاج ہونا مشہور ہے تلخیص الحبیر صفحہ ۱۴۵ میں ہے ۔

قولہ عن عمر انہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرات رواہ
البیھقی وفیہ ابن لھیعۃ ۔

یعنی حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ تکبیرات عیدین میں رفع
یدین کرتے تھے روایت کیا اس کو بیہقی نے اور اس کی سند میں ابن
لہیعہ ہیں ۔

اور علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔

وکان ابن عمر مع تحریہ للاتباع یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ

یعنی ابن عمرؓ باوجود اس کے کہ وہ اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے عیدین کی ہر تکبیر میں رفع یدین کیا کرتے تھے مگر علامہ ممدوح نے نہ اس اثر کی سند لکھی ہے اور نہ اس کے مخرج کا نام بتایا ہے اور ہم کو باوجود تلاش کے نہ اس کی سند معلوم ہوئی اور نہ اس کے مخرج کا پتا لگا پس معلوم نہیں کہ اس اثر کی سند کیسی ہے صحیح ہے یا ضعیف واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور علامہ شیخ منصور ابن ادریس حنبلی کشاف القناع میں لکھتے ہیں۔

عن عمر انہ کان یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ فی الجنازۃ والعید

وعن زید کذلک رواھما الاثرم۔

یعنی حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ جنازہ اور عید کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور زید سے بھی اسی طرح مروی ہے ان دونوں روایتوں کو اثرم نے روایت کیا ہے۔

مگر علامہ شیخ منصور نے ان دونوں اثروں کی سند نقل نہیں کی۔ پس معلوم نہیں کہ ان دونوں اثروں کی سند کیسی ہے۔

الحاصل حضرت عمرؓ کا اثر جس کو بیہقی اور اثرم نے روایت کیا ہے اس کی سند کا حال معلوم نہیں اور اسی طرح ابن عمرؓ اور زید کے اثر کی سند کا حال معلوم نہیں اور اگر یہ آثار صحیح بھی فرض کر لئے جائیں تو بھی حجت نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ صحابہ کے افعال ہیں اور افعال بھی ایسے کہ جس میں

قیاس واجتہاد کو دخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۶۔ حضرت ابن عمرؓ بہت بڑے متبع سنت تھے اتباع سنت میں آپ کا تشدد مشہور ہے پس ظاہر یہی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہوگا اور آپ کا تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا اتباعاً للسنتہ ہوگا؟

جواب ۶۔ بے شک حضرت ابن عمرؓ بہت بڑے متبع سنت تھے۔ مگر آپ کے بہت بڑے متبع سنت ہونے سے یہ لازم نہیں کہ آپ کا ہر فعل اتباعاً للسنتہ ہی ہو۔ دیکھئے آپ وضو میں پیروں کو سات سات بار دھوتے تھے کیا آپ کا یہ فعل بھی اتباعاً للسنتہ تھا۔ اگر آپ حضرت ابن عمرؓ کے افعال کا تتبع کریں گے تو ایسی متعدد مثالیں آپکو ملیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۷:۔ حنفیہ اور شافعیہ اور حنابلہ تکبیرات عیدین کے رفع یدین کے ثبوت میں دونوں حدیثیں اور آثار مذکورہ بالا کے سوا کوئی اور بھی دلیل پیش کرتے ہیں؟

جواب:۔ یہ لوگ اس بارہ میں کوئی اور دلیل احادیث مرفوعہ یا اثار صحابہؓ سے پیش نہیں کرتے۔ ہاں قیاسات البتہ پیش کرتے ہیں۔ شافعیہ تکبیرات عیدین کے رفع یدین کو رفع یدین عند القیام وعند الرکوع وعند الرفع من الرکوع پر قیاس کرتے ہیں اور حنابلہ تکبیرات جنازہ کے رفع یدین پر قیاس کرتے ہیں۔ مگر ان قیاسات کی صحت غیر مسلم ہے۔

اور بر تقدیر صحت ان قیاسات کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے۔

علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

تقدم الحدیث فی باب صفة الصلوٰة ولیس فیہ تکبیرات الاعیاد واللہ اعلم فما روی عن ابی یوسف انہ لا ترفع الایدی فیھا لا یحتاج فیہ الی القیاس علی تکبیرات الجنائز بل یکفی فیہ کون المتحقق من الشرع ثبوت التکبیر ولم یثبت الرفع فیبقی علی العدم الاصلی یعنی حدیث (لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن)

باب صفۃ الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے اور اس میں تکبیرات عیدین کا ذکر نہیں ہے پس ابو یوسفؒ سے جو یہ مروی ہے کہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین نہ کیا جائے اس میں تکبیرات جنازہ پر قیاس کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے بلکہ اس میں یہی کافی ہے کہ شریعت سے نماز عیدین میں تکبیر کہنا ثابت ہے۔ اور رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔ پس رفع یدین عدم اصلی پر باقی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

الراقم

محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۃ المنشورات (۱۱)

اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ

محبت بھی اللہ کے لئے ہے اور نفرت بھی اللہ کے لئے ہے

دوستی اور دشمنی کا اسلامی معیار

تالیف

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ وتقدیم

پروفیسر علامہ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ

کمپیوٹر پر جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

سلسلۃ المنشورات (۱۰)

بدعت کی حقیقت

شمیم احمد خلیل السلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

المرکز الاسلامی، دوحہ قطر

ناشر

مکتبۃ السنۃ، الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

۱۸۔ سعید مسجد بالمقابل پولیس تھانہ سولجر بازار نمبر ا۔ کراچی

مکتبۃ السنۃ الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

کی دیگر مطبوعات

① نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین (اردو)
زبیر علی زئی حفظہ اللہ تعالیٰ

② تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلِ حدیث (اردو)
مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ

③ قربانی کی شرعی حیثیت اور پرویزی دلائل پر تبصرہ (اردو)
ترجمانِ اسلام مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری رحمہ اللہ

④ تحقیقِ مسئلہ (اردو)
مولانا عبد الرؤف رکن رابطہ عالم اسلامی

⑤ ماہ ذوالحجہ کے چند ضروری مسائل (اردو)
محمد افضل

⑥ بدعت کی حقیقت (اردو)
شمیم احمد سلفی

⑦ برصغیر پاک و ہند میں تحریک اہل حدیث اور اسکی خدمات (اردو)
مفکر اسلام مولانا محمد اسمعیل سلفی رحمہ اللہ، پروفیسر عبد القیوم انسائیکلوپیڈیا آف پنجاب یونیورسٹی